العطایا الاحمدیہ
فی
فتاوی نعیمیہ
صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خاں نعیمی
ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

مجموعہ

العطایا الاحمدیہ فی فتاوی نعیمیہ

سنہ ۱۳۹۶ھ و سنہ ۱۹۷۶ء

جلد چہارم

مصنفہ

مفتی دار العلوم غوثیہ نعیمیہ و شیخ الحدیث

صاحبزادہ اقتدار احمد خان نعیمی قادری بدایونی

ملنے کا پتہ نعیمی کتب خانہ گجرات

ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز ۹ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

فون: ۷۲۲۵۰۸۵ - ۷۲۲۱۹۵۳

نام کتاب ـــــــــــ العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ

جلد ـــــــــــ چہارم

نام مصنف ـــــــــــ صاحبزادہ اقتدار احمد خان قادری اشرفی

اشاعت ـــــــــــ نومبر ۱۹۹۹ء

تعداد ـــــــــــ ۱۱۰۰

کتابت ـــــــــــ سیف اللہ شاہد کاتب حضرت کیلیانوالہ

ہدیہ ـــــــــــ

ناشر ـــــــــــ نعیمی کتب خانہ گجرات
ضیاء القرآن لاہور

ملنے کا پتہ

نعیمی کتب خانہ احمد یار خان روڈ گجرات پاکستان

پندرھواں فتویٰ

تنقیداتِ اقتدار بر نظریاتِ اقبال

فہرست کتب

وہ کتب و رسائل جن کے حوالے اس کتاب میں پیش کیے گئے۔

۱۔ پس چہ باید کرد ڈاکٹر علامہ اقبال مطبوعہ لاہور، (۲) بالِ جبریل ڈاکٹر علامہ اقبال مطبوعہ لاہور (۳) بانگِ درا ڈاکٹر علامہ اقبال مطبوعہ لاہور (۴) ضربِ کلیم ڈاکٹر علامہ اقبال مطبوعہ لاہور (۵) ارمغانِ حجاز ڈاکٹر علامہ اقبال مطبوعہ لاہور (۶) پیامِ مشرق ڈاکٹر علامہ اقبال مطبوعہ لاہور (۷) جاویدنامہ ڈاکٹر علامہ اقبال مطبوعہ لاہور (۸) اسرارِ خودی ڈاکٹر علامہ اقبال مطبوعہ لاہور (۹) اسرار و رموز ڈاکٹر علامہ اقبال مطبوعہ لاہور۔ (۱۰) زبورِ عجم ڈاکٹر علامہ اقبال مطبوعہ لاہور (۱۱) زندہ رود جاوید اقبال (۱۲) حیاتِ اقبال ایس۔ ایم۔ ناز (۱۳) اقبال باکمال عظیم فیروز آبادی (۱۴) فکر اقبال سردار احمد علیگ (۱۵) روحِ اسلام اقبال کی نظر میں مصنف ڈاکٹر غلام محمد خان مطبوعہ نیشنل بکڈپو حیدر آباد دکن (۱۶) اقبال اور کشمیر مصنف جگن ناتھ آزاد مطبوعہ علی محمد اینڈ سنز بکسیلرز سرینگر (۱۷) تصوف کی حقیقت مصنف غلام احمد پرویز مطبوعہ لاہور (۱۸) نذر اقبال مصنف محمد حنیف شاہد (۱۹) اقبال اور اس کا عہد مصنف جگن ناتھ آزاد مطبوعہ ادارہ انیس الٰہ آباد انڈیا (۲۰) مطالعہ اقبال مصنف گوہر نوشاہی لاہور (۲۱) اقبال سب کے لیے (۲۲) اقبال اپنے روپ میں (۲۳) باقیاتِ اقبال (۲۴) قرآن اور اقبال (۲۵) اقبال کی دنیا (۲۶) رسالہ روزنامہ احسان (دالہی) کا اقبال نمبر جون ۱۹۳۸ء (۲۷) اخبار جنگ لندن ۲۰/ اکتوبر ۱۹۸۳ء ۱۵ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ ص ۷، (۲۸) جنگ لندن اخبار ۱۶/ نومبر ۱۹۸۳ء مضمون نگار عبد الحفیظ خان فرید کالج رحیم یار خان (۲۹) ہفت روزہ

مشرق انٹرنیشنل، ۲۷ نومبر ۱۹۸۳ء لاہور نامہ انتظار حسین ص ۵، ۳۰ جنگ لندن ۱۵/اکتوبر ۱۹۸۴ء ص ۵ بعنوان اقبال پاکستان کے خلاف تھے ڈ پروفیسر حامد حسین علیگڑھ یونیورسٹی) (۳۱) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور اپریل ۱۹۸۰ء ص ۹۲ کالم نمبر ۲ سطر نمبر ۲ نظیر لدھیانوی (۳۳) رسالہ طلوع اسلام اقبال نمبر ۱۹۸۲ء ص ۱۲۶ (۳۳) جنگ لندن ۱۰/اپریل جمعرات ۱۹۸۶ء شعبان ۱۴۰۶ھ ص ۳، (۳۴) رسالہ فیض اسلام راولپنڈی عرشی نمبر نومبر دسمبر ۱۹۸۵ء (۳۵) فیض اسلام فروری اور جون ۱۹۸۶ء۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ شرعی اور اسلامی اعتبار سے ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال کے بارے میں علماء اسلام کا نظریہ کیا ہے۔ ہمارے علاقہ میں کچھ لوگ اقبال کے متعلق بہت اچھا گمان رکھتے ہیں۔ اور ان کو اسلام میں بہت اونچا مقام دیتے ہیں۔ لیکن کچھ لوگ اقبال کی بہت سی باتوں کی وجہ سے سخت خلاف ہیں ہر دو گروہ کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔ پہلا گروہ مداحین کا کہنا ہے کہ اقبال صاحب نے نبی کریم کی ایسی نعت خوانی کی ہے۔ جو کوئی نہیں کر سکا اور ہمیں اقبال صاحب نے ہی اسلام اور قرآن اور نبی کریم کی ذات سے روشناس کرایا۔ اور یہ کہ اقبال نے مردہ قوم کو زندہ کیا اور سوتے ہوؤں کو جھنجھوڑ کر جگایا اور یہ کہ پاکستان کا تصور سب سے پہلے اسلامی مملکت کی صورت میں اقبال نے پیش کیا۔ لیکن دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اقبال کی شاعری میں اقبال کا مذہب اور عقائد و نظریات ایسے دکھائی دیتے ہیں جو اسلامی تعلیمات و کردار و اعمال کے برخلاف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کی زندگی میں اقبال کے خلاف علماء شریعت کے فتوے ہی لگتے رہے اور یہ کہ اقبال کی نعت خوانی بھی کوئی ایسی نرالی یا انوکھی نہیں جس کے مقابل بزرگان دین کی نعت خوانی کو دوسرا نمبر دیا جائے۔ یہ کہ اقبال ساری عمر انگریز نوازی اور انگریز دوستی و کاسہ لیسی کرتے رہے اور یہ کہ اقبال نے سوئی ہوئی قوم کو نہ جگایا نہ کوئی اپنے اعمال و کردار کا نمونہ قوم کو عطا فرمایا۔ بلکہ اقبال کے بہت سے اشعار اسلامی افکار اور شریعت کے خلاف ہیں۔ اور یہ کہ اقبال کی ذات سے مسلمانوں کو

کوئی بنیادی فائدہ نہیں پہنچا۔ بلکہ ظاہری باطنی نقصان ضرور پہنچا ہے ہاں البتہ ہندوؤں آریوں۔ اور انگریزوں کو اقبال سے بہت فائدہ پہنچا۔ اور یہ کہ علامہ اقبال کا پس منظر بھی کچھ ایسا تابناک نہیں جس سے مسلم قوم اقبال کی شخصیت پر ناز کر سکے نہ ہی کوئی زندگی کا روشن پہلو ایسا ظاہر ہے جس سے مسلمانوں کے لیے اقبال کوئی تمغۂ امتیاز ہو بلکہ خاندانی اعتبار سے اقبال پہلے برہمن ہندوؤں سے ہیں جو اسلام دشمنی اور قوم بلکہ خود پرستی اور تعصب ذہنی میں مشہور ہے۔ اور آبائی وطن کے لحاظ سے مصری النسل ہیں۔ وہ مصر جس کے خمیر میں فرعونیت ہے۔ اور اقبال کو اپنے برہمن ہونے پر فخر ہے اور یہ کہ اقبال نے اپنی پرورش قادیانیت کی آغوش میں پائی جس کا اثر یہ تھا کہ اقبال مرزا غلام احمد کے عظیم ترین مداح بلکہ کچھ عرصہ مرزا قادیانی کی بیعت میں مبتلا رہے۔ اور اقبال کا پہلا قلم مدحتِ مرزا میں مسلمانوں کے خلاف اٹھتا رہا۔ پھر جب اقبال کے والد صاحب نے مرزائیت سے علیحدگی اختیار کی تو اقبال بھی قادیانیت سے متنفر ہوئے مگر اقبال کے بہت سے قریبی آخر دم تک مرزائیت کے ساتھ رہے۔ چونکہ اقبال موجودہ دور کی مشہور ترین شخصیت ہے۔ اس لیے ہم لوگ ان مختلف خیالات سے کچھ مضطرب ہیں۔ براہِ کرم آپ اپنا قیمتی وقت خرچ کر کے اقبال کے بارے میں ہماری صحیح رہنمائی فرمایئے تاکہ ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے راہِ راست اختیار کر لیں۔ اور بیجا نفرت یا اندھی تقلید سے بچ جائیں۔

بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا! السائل : ظفر احمد بریڈ فورڈ ۸۳-۸-۲

بِعَوْنِ الْعَلَّامِ الْوَهَّابِ

اَلْجَوَابُ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

سائل محترم نے جس قسم کا سوال فرمایا ہے اس کا جواب کچھ آسان نہیں ہے کیونکہ کسی کی ذاتی شخصیت کے متعلق کچھ رائے قائم کرنا خاصا دشوار ہوتا ہے۔ اور پھر اقبال کی شخصیت پر نظر دوڑانا تو اس لیے بھی دشوار ہے کہ اقبال کو پہچاننا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے جب کہ خود اقبال بھی

کہتے ہیں کہ ؎

اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے ۔ کچھ اس میں تمسخر نہیں واللہ نہیں ہے

اور بھلا کسی غیر کو تعارف یا آگاہی ہو بھی کیسے سکتی ہے۔ کہ تعارف و معرفت کے لیے یکجہتی اور تعین نشانات ضروری ہیں۔ مگر اقبال جو کئی روپ میں ظاہر ہوتے ہیں ان کو کما حقہٗ، کون پہچان سکتا ہے۔ اقبال صبح کچھ، شام کچھ، پہلے کچھ۔ بعد کچھ کچھ اول کچھ آخر کبھی اپنوں کے روپ میں کبھی بیگانوں کے روپ میں شکل و صورت میں کچھ اور تصور ہے کردار و اعمال میں کچھ اور ہی نظر آتے ہیں۔ اشعار میں بھی کئی روپ ہیں۔ نثر میں علیحدہ روپ ہے۔ عقائد کا کوئی تعین نظر نہیں آتا۔ افعال میں یکسانیت دکھائی نہیں دیتی اگر اس دور میں اقبال کی اتنی بے وجہ عقیدت نہ بڑھتی تو اس مضمون پر قلم اٹھانا بیکار ہی تھا۔ آپ کے امراء اور عوام کے کچھ غلط اقدام کی وجہ سے چند سطور لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں اور یہ تحریر بھی کوئی شرعی فیصلہ یا حتمی رائے نہیں بلکہ فقط ذاتی تبصرہ ہے۔ جس پر عقلا کو دعوت غور و فکر ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ کسی کو مانتے اور معتقد ہوتے وقت کچھ تھوڑا بہت عقل اور تدبّر کو ضرور استعمال کرنا چاہیئے۔ ہماری قوم کی یہ کتنی تاریخی کمزوری ہے کہ جب مخالفت پر آتے ہیں تو اکثر بے سوچے سمجھے حق کی مخالفت کرتے ہیں اور دوستوں کو دشمن سمجھ لیتے ہیں۔ اور جب محبت و عقیدت کرنے لگتے ہیں، تو ذرّہ برابر غور و فکر تدبّر سے کام نہیں لیتے۔ جو بھی سنہرا پیالہ دکھائے بس ہماری قوم اس کی دلدادہ ہے۔ اگرچہ سنہری گلاس میں میٹھا زہر ہی کیوں نہ ہو۔ اسلام میں جتنی فرقہ بندی اور نئے مذہب گروہ بازی اسی غلط روش سے ہوئی اتنی کسی سے نہ ہوئی۔ مسلمانوں کی اس کمزوری سے بہت لوگوں نے ناجائز فائدہ اٹھایا بلکہ ہر طرح۔ اخلاقی، فکری نظری۔ دینی۔ ایمانی اعتبار سے مسلمانوں کو مفلوج کرنے کی کوشش کی اور باطل کچھ حد تک کامیاب بھی ہوئے یہ بات بھی کوئی ڈھکی چھپی نہیں کہ جب بھی کوئی کسی باطل فرد یا قوم نے مسلم معاشرے پر نشتر آزمائی کی تو اوّلاً اپنے آپ کو سب سے بڑا مسلمان ظاہر کیا۔ اور قوم کے غم میں آنسو بہاتا ہوا

آیا۔ اور بھولی قوم فوراً بلا سوچے سمجھے مارِ آستین کو سچا مُقتدا سمجھ بیٹھی۔ تاریخ کے ورقوں سے ابھی تک جن باطل قوتوں کی کامیابی کا تذکرہ ملتا ہے ان کی مندرجہ ذیل نشانیاں دستیاب ہوئی ہیں۔

پہلی نشانی نمبر ۱۔

یہ کہ باطل قوت اپنی تخریب کاری کے لیے بڑے دردمند اور میٹھے اور پیار بھرے انداز میں مسلم قوم کو ساری دنیا کے سامنے سب سے زیادہ بدکار، بزدل، بددیانت ضمیر فروش۔ اور ذہنی غلام۔ گناہگار۔ مجرم۔ فسادی۔ کم ظرف۔ لالچی اور مسلمان ہی کو سب قوموں سے زیادہ برا کہتے ہیں۔ اس کے لیے بڑے بڑے جھوٹ فریب کے جال پھیلائے جس کی کئی مثالیں غیر مسلموں کی تبلیغوں کتابوں اشتہاروں میں بہت موجود ہیں۔ ان ہی میں سے ایک وصیت نامہ ہے جو ایک یہودی کی شرارت سے شروع ہوا۔ ظاہراً مسلمانوں کو نصیحتیں ہیں مگر درحقیقت قوم مسلم کو بدنام کرنے کی ایک سازش اور جھوٹی تحریک ہے۔ جس میں شیخ احمد کا بناوٹی نام اور جھوٹی خواب کا حوالہ درج ہوا۔ قوم مسلم کی اس حماقت کو کیا کہا جائے کہ اسی کو خود ہی اشتہار بنالیا۔ اور چھاپنے کو کارِ ثواب سمجھ لیا۔ یہ بھی غور نہ کیا کہ ہر سال کتنی ہی تبدیلیاں اس میں ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ کیا سچی باتوں کی یہی نشانیاں ہوتی ہیں؟ خود اہلِ عرب کسی شیخ احمد سے متعارف نہیں نہ ہی اہل مدینہ منورہ۔ یہ وصیت نامہ نہیں بلکہ ایک کھلی سازش اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی علی الاعلان گستاخی اور سب مسلمانوں کی ذلت ہے۔

دوسری نشانی : نمبر ۲۔

باطل کی اس تخریب کاری کے بعد دوسرا قدم۔ اسلام کے سچے خدمت گار علماء ذیشان کی توہین اور گستاخیوں پر اُٹھتا ہے۔ چونکہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے مقابل سینہ سپر ہو کر باطل کو کچلنے والے صرف اور صرف علماء کرام ہی ہمیشہ دفاعی ڈھال بنتے رہے اور اس کی خاطر ان پیاروں نے اپنی عزت۔ آبرو جان۔ مال۔ اولاد۔ آرام و آسائش کی بھی پرواہ نہ کی بلکہ اس دفاع میں باطل کی گالیوں کے ساتھ ساتھ اس کے بہکانے اور ورغلانے

اور اپنا اثر ڈالنے سے اپنی قوم مسلم کی بھی گالیوں گستاخیوں کے تیر سہتے رہے مگر دفاعی لائن نہ ٹوٹنے دی اور جہاں تک ہو سکا باطل کی لہروں میں ڈوبتے ہوئے مسلمانوں کو کھینچ کھانچ کر بچاتے ہی رہے۔ اس لیے باطل نے سمجھ لیا کہ یہ علماء ہی ہماری سازشی تحریک کی کامیابی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ لہٰذا اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے یہ باطل ہمیشہ علماءِ اسلام کا مخالف رہا یہی باطل کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ جب کسی باطل فرد یا باطل تحریک کا پتہ لگانا ہو کہ یہ باطل ہے یا نہیں تو یہ نشانی یاد رکھی جائے۔ جہاں یہ نشانی نظر آئے تو سمجھ لینا چاہیے۔ یہ باطل اور دشمنِ اسلام ہے۔ خواہ وہ شخصیت کسی بھی خوب صورت اور بھولے بھالے یا من موہنے روپ میں کیوں نہ ہو۔

باطل کی تیسری نشانی، نمبر ۳:

جب باطل قوت انفرادی یا اجتماعی حیثیت سے اس مرحلہ پر کامیاب ہو جاتی ہے۔ اس طرح کہ قوم مسلم کو علماءِ کرام سے متنفر کر دیا بلکہ خود مسلمانوں کو ہی اپنے دینی رہنماؤں کے خلاف صف آرا کر دیا تو پھر باطل کا تیسرا قدم۔ صوفیاءِ کرام۔ اولیاءِ کرام اور اسلامی چمکتے ہوئے تصوف کے خلاف اٹھتا ہے حالانکہ اسلام کے نیر تاباں یہ صوفیاء اولیاء ہی ہیں۔ جن کے اعلیٰ کردار و اخلاق نے عالمِ کفر کا ہمیشہ سرنگوں رکھا۔ اور طریقت و معرفت کے سنہرے لقب سے مزین تصوف اسلامی دینِ اسلام کے قلب و جگر والا دوسرا بازو ہے۔ یہ کون نہیں جانتا کہ اسلام کی بہار کا نظارہ علماء اولیاء جیسے پھولوں سے ہی ہے۔ موسمِ بہار تو آنا ہی ہے مگر بہار کا نظارہ اور دیدار اور علم اسی کو ہوگا جو چمن میں پھولوں کے پاس آجائے۔ بلا تشبیہ اسلام کی بہار تو کائنات میں ہمیشہ ہی رہے گی۔ وہ کسی ما وشما کی مرہونِ منت نہیں مگر اس بہار کا دیدار اسی کو ہوگا جو اولیاء اللہ کے قدموں اور علماءِ اسلام کے دامن سے وابستہ رہے گا۔ اب جو ان سے دور کرے ان کے آستانوں سے روکے۔ خانقاہوں کو برا سمجھے مدرسوں سے مسلمانوں کو متنفر کرے۔ فقہ اور فقہا کا دشمن ہو۔ وہ اسلام کا سچا کس طرح ہو سکتا ہے۔ اسلام اور قرآن پاک سے روشناس کس طرح

کر اسکتا ہے۔ مدینے والی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشہ تو مدرسوں اور خانقاہوں میں نظر آتا ہے۔ نبی پاک کی سچی نعت خوانی تو اُسوۂ حسنہ کو اختیار کرنا ہے جو اس سے دور ہو اور مسلم قوم کو دور کرے وہ خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ صرف غلاف یار میں ہے۔

باطل کی چوتھی نشانی: ۴

یہ ہے کہ نبی پاک کی اداؤں اور اُسوۂ حسنہ سے دور کرنا یہاں تک کہ احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منکر ہونا۔ اور طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے محدثین کرام وَرَادِیانِ عظام پر کیچڑ اُچھالنا۔ حالانکہ اِن خادِمینِ اسلام کی جان گُسل جگر سوز اَنتھک محنتوں اور خدمت اسلام نے اغیار داناؤں کو بھی حیرت سے انگشت بدندان کر دیا۔ یہ باطل فریب کار احادیث پاک کا تو منکر ہوتا ہے مگر چونکہ لباس مکر میں ہوتا ہے۔ اور دنیا ساز ہمیشہ زیرک ہوتا ہے۔ اس لیے لباسِ خُداعت کو تار تار ہونے سے بچاتے ہوئے۔ قومِ مسلم کو دھوکہ میں رکھنے کے لیے۔ ان کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گُن گاتے ہی پڑتے ہیں۔ ورنہ قومِ مسلم کو تو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ اور ننگا ہو کر مسلمان کو کوئی فریب نہیں دے سکتا۔ اس لیے یہ چال بھی باطل نے بہت پرانی اختیار کی ہوئی ہے۔ جس سے آج تک کچھ گروہ دھوکہ کھاتے چلے آرہے ہیں۔

باطل کی پانچویں نشانی: ۵

یہ ہے کہ اپنے رہنما اس کے مخالف ہوتے ہیں اور دشمن اس کا مدحت سرا ہوتا ہے تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب بھی کسی باطل نے اسلامی لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کو اسلامی روحانی۔ عرفانی تعلیم و تربیت سے دور کرنا چاہا اور اسلام کے سچے خوب صورت گہوارہ سے نکال کر باطل کی جھاڑ جھنکاڑ میں پھینکنے کی کوشش کی تو مسلمان عُرفا عُلماء لازماً اس کے مخالف ہوئے اور اس کے غیر مہذب کردار خلاف شارع اقوال پر گرفت کی مگر ایسے باطل شخص کو پناہ اور سہارا غیر مسلموں نے دیا اور غیر مسلم لوگ ایسے افراد کے ثنا خوان بن گئے اور باطل شخص نے اس سہارے کو دل و جان سے قبول کیا

اور اس کو وہ لوگ دشمن نظر آئے جو ساری قوم وملت کے سچے دوست اور مصلح وخیر خواہ تھے۔ اور وہ غیر دوست نظر آئے جو قوم مسلم کے ازلی ابدی خون کے پیاسے دشمن تھے۔ باطل کی یہ نشانی بھی بہت یاد رکھنے کے قابل ہے۔

باطل کی چھٹی نشانی: نمبر 6۔

جب باطل مندرجہ بالا پانچ طریقوں سے مسلمانوں کو مسحور و مفلوج ومغلوب کر لیتا ہے تب چھٹا اور آخری قدم اس سازشی تحریک کی طرف اٹھاتا ہے۔ جو غالباً اس کا مقصد ہوتا ہے۔ اور جس کی طرف گھیر گھار کر لانے کے لیے یہ ساری محنت قولی وفعلی کی گئی تھی۔ اور بڑے دلنشین میٹھے انداز میں اسی زبان سے جس سے پہلے مسلمانوں کو بدخصلت کہہ چکا تھا۔ علماء کی برائیاں صوفیاء کی گستاخیاں کر چکا تھا۔ بزرگان اسلام میں کیڑے نکال چکا تھا۔ غیر مسلموں کی کفار کی ثنا خوانی کرتا ہے۔ ان کو کافر کہنے سے روکتا ہے۔ ان کی کتابوں ان کی باتوں کو قابل تعظیم کہتا ہے۔ عوام مسلمان جو میٹھی باتوں سے سحرزدہ ہونے کے عادی ہیں بلکہ ایسی چاپلوسیوں پر دل وجان قربان کرنے پر تیار ہونے والے ہیں۔ وہ پہلی پانچ چالوں میں تو آ ہی چکے تھے۔ اس آخری معرکے میں بھی باطل کے ہمنوا ہو جانے میں دیر نہیں لگاتے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ عوام وخواص مسلمانوں کو باطل سے ہوشیار رہنے اور اپنا دین وایمان بچانے کے لیے ان چھ نشانیوں کو دو وجہ سے ہر وقت یاد رکھنا چاہیئے اور ہر نئے لبادے والے کو پہچاننے اور حق و باطل کا پتہ لگانے کے لیے ان ہی چھ نشانات سے مدد لینی چاہیئے۔

پہلی وجہ:۔ یہ کہ تمام مذاہب عالم نے اسلام سے ہر طرح دشمنی کی اور چونکہ خود ظاہر ہو کر تو مسلمانوں کے اخلاق وکردار کو مٹا نہ سکے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے پروردہ لوگوں کے ذریعے دین اسلام میں مذاہب اسلام اور فرقہ پرستی کا چکر چلایا۔ ان پس خوردہ لوگوں نے تاریخ کے مختلف ادوار میں مسلمانوں کو ان ہی چھ طریقوں سے ذہنی اور ایمانی طور پر کھوکھلا کیا۔ یہ ایس ہند آور گویان

ہیں کہ مسلمان آغوشِ باطل میں بھی خراٹے لیتا رہا اور پھر اوپر سے باطل کی تھپکیاں ایسی کہ مسلم تو گھن خوردہ گندم کی طرح اندر سے ایمانی دولت اور عرفانی غذائیت سے بالکل کھوکھلا ہو چکا ہے۔ مگر باطل کی پیاری صدائیں اور سہانی لوریاں آرہی ہیں۔ کہ تو ہی سچا مومن ہے۔ تو ہی پکا مسلمان ہے یہ ملا لوگ اسلام کو کیا جانیں۔ خانقاہوں میں اسلام کہاں۔ یہ دیمک زدہ مسلمان بس اسی لوری میں مست ہو کر علماء صوفیاء اور اسلام کی تعلیم سے متنفر ہوئے پھرتے ہیں۔ اور پھر ان مسلم کش مذاہب کے یہ تمام جال فریب اور چال بازی صرف مسلمانوں کو خراب و برباد کرنے کے لیے ہوتیں رہیں اور ہو رہی ہیں مادرِ گیتی نے صرف ایسے ہی نونہال پیدا کئے جو مسلمانوں کو بدکار قوم مسلم کے رہنماؤں کو برا کہتے پھریں کسی ماں نے ایسا اقبال مند بیٹا پیدا نہیں کیا جو ہندوؤں سکھوں کی بد دیانتیاں اور ظلم و فساد کو بیان کرتا یا اہل یورپ کی لوٹ مار اور تعصب پرستی کا برملا اظہار کر کے ان سے دوسروں کو بچاتا۔ یا ان کی خیر خواہی کا بھیس بدلتا۔ یا کسی پنڈت پادری کی بے ادبی میں زبان کھولتا۔ ایسے لوگ تو صرف قوم مسلم میں ہی گھسے چلے آتے ہیں جن کے ناموں کی فہرست سے تاریخیں بھری پڑی ہیں۔ سبب یہی ہے کہ قوم مسلم اپنی ناسمجھی سے ایسے لوگوں کو جگہ دے دیتی ہے۔ اس لیے کیڑوں کی طرح پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ دوسرے لوگ کسی تخریب کار کو جرأت ہی نہیں دیتے کہ کوئی ان کو یا ان کے پنڈت پادری کو برا کہنے کی جرأت کرے۔

دوسری وجہ: یہ کہ ان چھ نشانیوں کو یاد رکھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ فریب کار کی چال میں آنا تو بڑا آسان ہے مگر فریبی۔ فسادی اور باطل کو سمجھنے اور اس سے بچنے کے لیے بڑی عقل خرد اور شعورِ ایمانی و دانشِ یزدانی کی ضرورت ہے کیونکہ کسی خفیہ کو پہچاننا بڑا مشکل ہے۔ تاریخ کی ورق گردانی سے اب تک یہی نشانیاں باطل کی اجاگر ہوئی ہیں۔ جیسا کہ مذاہبِ عالم اور مذہبِ اسلام پر لکھی ہوئی کتب سے ظاہر ہیں۔ مجھ کو اس سے غرض نہیں کہ کون ساگروہ اقبال کی مدح کرتا ہے۔ اور کون اس کو برا کہتا ہے

نہ مجھ کو اس سے غرض ہے کہ اقبال نے نعت خوانی لکھی کیونکہ آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی فقط نعت خوانی کرنی یا نعتیہ اشعار لکھ دینے کسی کی صداقت کی دلیل نہیں۔ نہ حقانیت کا معیار ہے اس لیے کہ ہمارے نبی پاک صاحب لولاک علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کی نعت خوانی تو ہندوؤں، سکھوں نے کی اور آپ کی نعتیں تو یہود ونصاریٰ اور مرزا غلام قادیانی نے لکھیں۔ نہ مجھ کو اس سے سروکار ہے کہ کن لوگوں کو اقبال نے اسلام و قرآن اور نبی پاک سے روشناس کرایا اور وہ کون سے لوگ ہیں۔ جو مسلمان ہونے کے باوجود اقبال کے بغیر اسلام و قرآن سے یہاں تک کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی روشناس نہ تھے نہ دین سے اور یہ کہ اقبال نے ان کو کس طرح اسلام و قرآن و نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روشناس کرایا اور وہ کون سے لوگ ہیں۔ جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے۔ اسلامی ماحول میں زندگی گزاری ہر طرف اسلام دیکھا۔ نام، کام مسلمانوں جیسا پھر بھی وہ اسلام اور قرآن سے بے خبر رہے۔ صرف اقبال صاحب کی کتابوں انکو سب کچھ دکھایا، اور اگر انہوں نے ہی ان بے خبر لوگوں کو اسلام کو کس طرح آیا اپنے کردار سے یا اپنے عقائد و اعمال سے یا اپنی شکل وصورت سے یا اپنی رہن سہن سے یا اپنے لباس وحلیے سے یا فقط زبانی باتوں اور شعروں سے۔ نہ مجھ کو اس میں غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ اقبال نے کس مردہ قوم کو زندہ کیا۔ آیا مسلم قوم کو یا غیر مسلم کو اور اگر وہ مسلم قوم تھی تو مردہ ان کو کس نے کیا تھا۔ آیا علماء وصوفیاء اور احادیث نبوی اور مدرسوں۔ خانقاہوں نے یا یورپ کے کلیساؤں۔ اور مغربی تہذیب انگریزیت کوٹ ہیٹ ٹائی پتلون اور غیر اسلامی شکل وصورت نے؟ نہ مجھ کو یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ اقبال نے سوتے ہوؤں کو جھنجھوڑ کر اٹھایا۔ جگایا۔ اور یہ کہ وہ جاگی ہوئی قوم کہاں ہے؟ اور اس نے جاگ کر قوم وملت کی کون سی خدمت کی اور یہ کہ اس کو سلایا کس نے تھا۔ امام غزالی ورازی کی تعلیم نے یا حضور بغدادی و اجمیری کی تربیت نے یا مغربی لوری نے مجھ کو نہ کچھ الجھن کہ آیا اقبال نے سب سے پہلے پاکستان کا تصور مملکت اسلام کی شکل میں پیش کیا یا بقول ماہنامہ رضائے مصطفےٰ اگست ۱۹۸۳ء ص ۲۵ بحوالہ

روزنامہ جنگ ۲۴ جولائی۔ اقبال ۱۹۲۲ء سے ۱۹۳۰ء تک ہندو مسلم اتحاد ہی کے لیے کوشاں رہے۔ خطبہ الہ آباد کے بعد اقبال نے مسلم مملکت کا ذکر کیا جب کہ اعلیٰحضرت بریلوی نے کئی سال پہلے ہندوؤں سے علیحدہ مسلم سلطنت کا زور دیا۔ اور کتب و مضمون شائع کیں۔ (بحوالہ ماہنامہ نظر و فکر اسلام آباد) ۱۹۷۱ء ۵ جولائی تا ۱۰ جولائی یا بقول ہفت روزہ "چیلنج" اخبار ۱۵ مارچ ۸۴ء ۱۹ ص ۴ کہ سب سے پہلے اسلامی سلطنت پاکستان کا نام چوہدری رحمت علی نے پیش کیا نہ کہ اقبال نے ہر حال یہاں اس اعادہ کی ضرورت نہیں نہ یہاں اس تذکرہ کی ضرورت ہے۔ کہ اقبال کا کردار و اقوال۔ شریعت کے خلاف ہے۔ یا اس پر فتوے لگتے رہے اس لیے کہ میری نظر سے کوئی ایسا شرعی فتویٰ نہیں گزرا جو اقبال کے خلاف ہو۔ ہاں البتہ یہ حقیقت ہے کہ اقبال کے بہت سے اشعار شرعاً قابلِ گرفت ہیں۔ مثلاً ایک شعر میں اقبال صاحب فرماتے ہیں ؎

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم   بخیلی ہے یہ رزّاقی نہیں ہے

اس میں رب تعالیٰ کی گستاخی صاف ظاہر ہے۔ دوسرے نعتیہ شعر میں کہتے ہیں۔ ؎

خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است - اور جیسے خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا لفظِ یثرب مدینہ پاک کے لیے استعمال کرنا شرعاً گناہ ہے ایک جگہ لکھتے ہیں ؎

ایک جلوہ تھا کلیم طور سینا کے لیے   تو تجلی ہے سراسر چشم بینا کے لیے

اس شعر میں کوہ ہمالیہ کا درجہ کوہ طور سے زیادہ بتایا گیا۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ع

طلب ہو خضر کو جس کی وہ جام ہے تیرا

اس مصرع میں حضرت خضر اللہ کے نبی کی توہین کی گئی ہے۔ خواجہ نظام الدین کا درجہ ان سے بڑا ظاہر کیا گیا ہے۔ ایک اور جگہ کہتے ہیں۔

آتی ہے ندی فراز کوہ سے گاتی ہوئی   کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی

اس شعر میں دریائے گنگا کی اس طرح ثنا خوانی کی گئی ہے۔ کہ وہ دریائیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ حوض کوثر اور تسنیم کو ذلیل اور شرمندہ کیا گیا۔ دریائے گنگا ہندوؤں

کا معبود اور متبرک دریا ہے۔ اس شعر سے ہندو پرستی ظاہر ہوتی ہے۔ ایک شعر میں خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی منقبت میں فرماتے ہیں ؎

تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

اس میں اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی گستاخی کی گئی۔ حضرت مسیح اور خضر علیہما السّلام اللہ تعالےٰ کے اولوالعزم رسول ہیں۔ کسی جگہ لکھا ہے۔ ع

مری چشم گریاں کی تجھ کو قسم ہے!

اس شعر میں چشم گریاں کی قسم کھا کر شریعت کے بہت بڑے قانون کی مخالفت کی گئی ہے کیونکہ غیر اللہ کی قسم بولنا گناہ عظیم اور شرک کے مترادف ہے۔ اسی طرح لکھتے ہیں ؎

قسم ہے اس کے دل دردمند کی آقا تری تمنا کے لیے حق نے دی زبان مجھ کو

یہاں بھی غیر خدا کی قسم ہے۔ ایک اور جگہ رقم طراز ہیں۔

تو ذرا میری نظر کی جلوہ آشامی تو دیکھ طور شرما جائے ایسا حوصلہ رکھتا ہوں میں

اس شعر میں طور جیسے مقدس مقام جس کے تقدس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اس کو اپنے مقابلے میں گھٹیا ذلیل اور شرمندہ سمجھ رہے ہیں۔ کیونکہ شرمندگی دلانا ذلیل کرنے کے ہم معنیٰ ہے۔ یہ وہ خلاف شرع اور خلاف اسلام اشعار ہیں۔ جن پر ضرور علماء اسلام نے گرفت کی ہوگی۔ اور یہ گرفت ان کا فرض منصبی ہے۔ ایک ٹریفک سپاہی آپ کے بے اصولی ٹریفک پر آپ کو ضرور سرزنش بلکہ آپ کا چالان تک کر سکتا ہے۔ تو علماء حق جو دینی ٹریفک کے باعظمت سپاہی ہیں وہ خلاف شریعت بستے اور چلنے والے انسان کو ضرور آگاہ کرنے کے مجاز ہیں۔ ایک اقبال کیا کروڑوں اقبال شریعت کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتے ہیں جب پیارے آقا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمائیں کہ میرے شہر کو یثرب (بیماریوں کا مقام) نہ کہو (بحوالہ مرقات شرح مشکوٰۃ شریف ششم ص ۱۴۳ اور تفسیر معانی پ ۲۱ سورۃ احزاب ص اور دلائل حدیث پاک سے) لیکن اقبال بلاوجہ بغیر ضرورت شعری لفظ طیبہ ہم وزن کو چھوڑ کر یثرب ہر جگہ استعمال کرتے ہیں۔ تو اس کی ضد ہی سے تعبیر کیا جائے گا۔ اس لحاظ سے تو اقبال کی نعت نویسی

بھی نامقبول ہے۔ اگران بنیادوں پر اقبال کو کسی عالم دین یا مفتیٔ اسلام نے سرزنش اور خبردار کیا ہو تو اقبال یا ان کے دلدادگان کو برا نہ ماننا چاہیئے۔ مگر آج ان باتوں میں مجھ کو الجھنے کی ضرورت نہیں نہ یہ بے علمی ناواقفی کی باتیں کسی کے باطل ہونے کا معیار ہیں صرف ان باتوں سے اقبال کو برا سمجھ لینا ٹھیک نہیں ہے نہ یہاں اقبال کی نعت خوانی کے انوکھا اور نرالا ہونے سے بحث ہے۔ نعت خوانی جس کی زبان بھی ہو ایک مسلمان کے قلب وجگر میں ہی اس کی جگہ ہے بلکہ ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو کوئی نام بھی ادب واحترام سے لے تو وہ ہمارا پیارا اور محترم معظم ہے۔ ہاں البتہ بزرگانِ دین کے مقابل اقبال کو پہلا نمبر نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی میرے خیال میں اقبال یا کسی ذی عقل نے اس کی کوشش ہی کی۔ رہا یہ کہنا کہ اقبال نے ساری عمر انگریز نوازی کی۔ تو یہ اگرچہ تاریخی اعتبار سے درست ہے جیسا کہ اقبال نے ساری عمر انگریزی تعلیم وتربیت یا شکل ولباس وہ بہت سے اشعار سے ظاہر ہے۔ مگر یہ ان کا ذاتی مسئلہ اور سیاسی سمجھ بوجھ ہے۔ اقبال بھی آخر ملکی سیاست کو سمجھنے تھے اور سیاست میں ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔ سیاسی لیڈر مرورِ ایام میں نہ جانیں کتنی چالیں اپنی دانش میں چل جاتا ہے۔ لہٰذا اقبال کو اس پر بھی مطعون نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں اقبال نے کسی قوم کو جگایا۔ یا نہیں یا اقبال قوم مسلم کے لیے مثالی نمونہ تھے یا نہیں؟ ان باتوں کو سوچ کر کسی کے خلاف عداوت کا محاذ کھڑا کر دینا بھی عقلاً کو زیب نہیں۔ یہ باصلاحیت کردار اگرچہ انفرادی طور پر خلوصِ طبعی اور محبت قلبی اور باطنی پاکیزگی کو تو ظاہر کرتا ہے۔ مگر حق و باطل کے امتیاز کا معیار قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ کسی کے جاگنے میں سب سے بڑا دخل تو خود جاگنے والے کا ہے۔ وہ ہی کروٹیں بدل بدل کر سوتا رہے تو جگانے والا کیا کرے۔ لیکن قومِ مسلم کے لیے مثالی نمونہ تو وہ ہوگا جو اُسوۂ حسنہ کا پیکر شریعت کا مظہر۔ طریقت کا منبع اور سرتاپا کردار و افعالِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیروکار ہو جس کے چہرے سے تقدسِ اسلامی کا ظہور ہو نور زبان و دہن سے انوار وتجلیات کے سوتے پھوٹیں۔ مگر ہم اقبال

کی تعریف کرنے کے لیے اقبال میں ان چیزوں کے دیکھنے کے بھی خواہش مند نہیں نہ ان فیوضات کے نظر نہ آنے کی وجہ سے ہم اقبال کے مخالف بننا چاہتے ہیں کیونکہ ان چیزوں کا مفقود ہونا بھی باطل کی دلیل نہیں۔ ہمارا جھگڑا اور مقابلہ مخالفت صرف باطل سے ہے۔ اور باطل کی مندرجہ بالا چھ نشانیاں ہیں۔ ہم نے صرف یہ دیکھنا ہے۔ کہ اقبال میں یہ نشانیاں ہیں یا نہیں اور اسی کی طرف قوم کو دعوتِ غور وفکر ہے۔ سائل کے سوال میں تو یہاں تک لکھ دیا گیا ہے کہ اقبال میں برہمیت اور قادیانیت کی بُو باس ہے۔ مگر یہ سب دشمنی کی باتیں ہیں۔ ایسے دوست دشمن تو سب کے ہوتے ہیں۔ دوست چاہتے ہیں۔ کہ فرشتوں سے آگے بڑھا دیا جائے اور دشمن کوشش کرتا ہے۔ کہ ابلیس کے بھی پیچھے لگا دیا جائے۔ اسی طرح اقبال کے دوست اور دشمن ہیں۔ دوستوں نے اقبال کو غوث و قطب سے آگے مقام دے ڈالا اور لایعنی خود ساختہ خوابوں کا مراقبوں کا سہارا لے کر کہیں کا کہیں پہنچا دیا۔ تو ادھر دشمنوں مخالفوں نے اقبال کو ہندو جیسی پست ذہنیت سے ملوث کر دیا۔ قادیانیت جیسے غلط کار فرقے میں شامل کر دیا۔ اور صرف زبانی نہیں بلکہ کتابیں چھاپ ڈالیں۔ چنانچہ ایک کتاب بنام اقبال سب کے لیے کے ص ۷ پر لکھا ہے کہ اقبال کے پر دادا کٹر ہندو برہمن تھے۔ اور اقبال نے پہلے اپنی آبائی مذہبی کتاب اپنے خاندان والوں سے وید کو پڑھا۔ نیز ص ۸ پر لکھا ہے۔ اقبال کو اپنے برہمن زادہ ہونے پر فخر رہا ہے۔ چنانچہ اس کی دلیل میں مصنف اقبال کے تین شعر مندرجہ پیش کرتا ہے۔ نمبر ۱ میں اصل کا خاص سومناتی، میرے آبا لاتی ومناتی!

نمبر ۲ میر ومرزا بہ سیاست دل و دیں باختہ اند جز برہمن پسرے محرم اسرار کجا است!

یعنی تقریباً سب مسلمانوں نے دین ہار دیا سیاست میں۔ صرف اب برہمن کا لڑکا ہی دینِ اسلام کا محرم راز ہے (یعنی اقبال)

نمبر ۳ مرا بنگر کہ در ہندوستاں دیگر نمی بینی برہمن زادۂ رمز آشنائے روم و تبریز است

ترجمہ: صرف ہندوستان میں ایک ہندو لڑکا ہی مولائے رومی اور شمس تبریزی کے رمزیں سمجھنے والا ہے اور دنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہا۔ اسی مضمون کو حیات

اقبال ص ۱۱ پر ایم ایس ناز بھی لکھ رہا ہے۔ اسی کتاب میں ص ۱۰۵ اقبال کے تیسرے دادا نومسلمان مسمّیٰ صالح اکبر نے ایک سیدزادی سے نکاح کیا۔ یہی باتیں اور مزید کچھ غلط باتیں اقبال پر تہمتاً لگائی گئیں۔ کتاب اقبال یا کمال کے ص ۱۰۵ تا ص ۱۰۶ پر مصنف عظیم فیروزآبادی نے اسی طرح کی باتیں کتاب اقبال اور کشمیر میں مصنف مولف جگن ناتھ آزاد لکھتا ہے۔ ص ۴۹ بحوالہ رسالہ امرتسر البیان دسمبر ۱۹۳۹ء ص ۱۶ پر لکھتا ہے کہ سر اقبال کے والد اور بھائی۔ شیخ عطا محمد احمدی مذہب کے تھے۔ عطا محمد آخر دم تک اسی مذہب میں رہے اور ص ۵۹ پر ہے اقبال کے والد شیخ نور محمد عرف تھو نے ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد کی بیعت کی اس بنا پر ڈاکٹر اقبال اور ان کے بڑے بھائی عطا محمد دونوں احمدیہ جماعت کے رکن تھے۔ بحوالہ تاریخ احمدیہ محرر دوست شہید۔ کہ جب مرزا غلام احمد سیالکوٹ میں آئے۔ ۱۹۰۴ء میں تو شہر کی بھاری تعداد نے مرزا صاحب کی طرف رجوع کیا جس سے اقبال بہت متاثر ہوئے اس کے دو برس بعد جب کسی مولوی صاحب نے مرزا صاحب کے خلاف کوئی مضمون لکھا تو اقبال نے مرزا صاحب کی حمایت میں اپنا قلم اٹھایا اور اس مضمون میں اقبال نے مرزا کو آفتابِ صدق کہا۔ اور دوسرے مضامین میں مرزا صاحب کو اقبال نے عظیم ترین مذہبی مفکّر کا لقب دیا۔ اور لکھا کہ درحقیقت پنجاب میں اسلامی کردار کی صحیح ترین مثال قادیانی تحریک نے پیش کی ہے۔ اور ص ۱۴۰ پر جگن ناتھ نے لکھا ہے کہ ۱۹۱۳ء تک اقبال احمدی تحریک کے سرگرم رکن رہے اس کے بعد اندرونی مناقشت نے ان کو دل برداشت کر دیا اس لیے وہ اس تحریک سے علیحدہ ہو گئے ص ۱۴۱ پر لکھا کہ اقبال احمدیوں سے صرف سیاسی مخالف ہوئے ایک دفعہ اقبال نے ایک خط میں کہا تھا کہ میں احمدیوں سے صرف انفرادی دوستی رکھتا رہا۔ جس کے جواب میں ریویو آف ریلیجنز نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ اقبال نے اس لیے احمدیت چھوڑی ہے کہ گول میز کانفرنس میں مسلمانوں کی قیادت سر ظفر اللہ کے ہاتھ رہی۔ حالانکہ اقبال چاہتے تھے کہ میرے ہاتھ رہے اور یہ مقام اپنے پاس چاہتے تھے۔ اسی کتاب اقبال اور کشمیر کے ص ۱۹۲

پر ہے کہ اقبال ہندو مسلم کو ایک سمجھتے تھے۔ بقول شیخ عبد اللہ (سری نگر ۱۹۷۳ء روزنامہ) اور گیتا و قرآن کو ایک جیسا سمجھتے تھے۔ ایسے ہی کتاب زندہ رود مصنف جاوید اقبال ص ۸ پر ہے۔ اقبال کا آبائی وطن مصر ہے۔ اقبال صاحب کے چوتھے دادا کا نام پریم چند رشی۔ سورج مندر کے پجاری۔ رام۔ را کا معنے سنسکرتی زبان میں سورج۔ رام کا معنٰی سورج دیوتا۔ اقبال کے اس دادا کا اسلامی نام بابا لولی حاجی رکھا گیا۔ پچیسواں دادا ہری ہر منت۔ ۲ صدی قبل مسیح۔ ہرات شہر اسی کے نام سے آباد ہوا۔ گنگا کے کنارے ہری دوار تیرتھ اسی کے بیٹوں نے اس کے نام پر بنایا۔ پنڈت نہرو اور اقبال بہت قریبی رشتہ دار ہیں۔ اور بہت گہرے دوست تھے۔ مصری نسل کشمیری نو مسلم بڈھا شا سلطان نے ہندو مذہبی تعلیم مسلمانوں کو سکھانے کا رواج ڈالا۔ اس بادشاہ نے مسلمان ہو کر بھی اپنا نام تبدیل نہیں کیا تھا۔ بڈھ شا اس کا ہندوانہ نام ہے۔ بت شکن نہ تھا۔ اس لیے ہندوؤں میں بھی ہر دل عزیز رہا۔ اقبال کے خاندان نے ہی اس کو مسلمان کیا اور ان کی ہی صحبت کا یہ اثر تھا۔ بابا لولی۔ نصیر الدین نو مسلم کا نام ہری دنت تھا اس کا مرید ہوا۔ مگر باوجود مسلمان ہونے کے ویدانتی اور فکرِ وجودی (یعنی مُلحدانہ خود پرستی) کی تعلیمات پر عمل کرتے اور ہندو مذہب کے دلدادہ رہے اسی کتاب کے ص ۹ پر ہے بابا لولی حاجی کے پیر بھائی پچم رشی اول و دوم تھے ان کو رشی کا نام دیا گیا جس کا معنٰی ہے تارک الدنیا عابد۔ زاہد مسلمان ہونے کے بعد بھی ترک دنیا کی پسندیدگی اور دعوت دیتے رہے۔ پہلے اقبال کو بھی وید پڑھائی گئی۔ اسی طرح اقبال اپنے روپ میں کتاب کے ص ۲۷ پر لکھا ہے۔ اقبال نے جوانی میں قرآن مجید پڑھا۔ اور ایم ایس ناز کی کتاب حیاب اقبال ص ۲۴۹ پر لکھا ہے۔

کہ اقبال اردو اور عربی کا صحیح تلفظ ادا نہ کر سکتے تھے۔ (گویا کہ قرآن مجید صحیح نہ پڑھ سکتے تھے) ق کو ک اور ح کو ھ پڑھتے تھے۔ اور کتاب اقبال اور کشمیر ص ۱۱۶ ایک خط بنام منشی سراج دین از لاہور ۱۰/ اگست ۱۹۲۱ء میں نقطہ وجوہ کو وجوبات لکھتے ہیں جو سراسر غلط ہے۔ اس سے اقبال کی

علمی قابلیت واضح ہوتی ہے یہ نہیں وہ مخالفانہ باتیں جو اقبال کی طرف منسوب کی گئیں۔ اور پھر حیرانی ہے کہ یہ سب باتیں ان کتابوں میں ہیں۔ جو اقبال کی ثنا میں لکھی گئیں۔ اور کسی جانب سے بھی اس کی تردید نہ کی گئی۔ نہ اقبال کے گھر سے نہ رُفقاءِ اقبال کی طرف سے اب اس کو کیا کہا جائے۔ ناوان دوستی یا عیار دشمنی یا تاریخی حقائق جو مورخ کی ذمہ داری ہے۔ حیات اقبال ص ۲۶۷ پر ہے۔ اقبال مسجد میں نماز نہ پڑھتے تھے۔ کہ اس کو ریاکاری سمجھتے تھے۔ (گویا کہ سب نمازی ریاکار ہیں۔ اولیاء۔ علماء۔ صحابہ تابعین سب) اسی کتاب کے ص ۱۴۸ پر ہے اقبال کے زمانے میں مسلم لیگ دو دھڑوں میں بٹ گئی۔ ایک گروپ کا نام شفیع گروپ تھا۔ یہ گروپ رجعت پسند اور سرکار نوازی میں مشہور تھا۔ اور حکومت کی خوشامد میں بدنام تھا اقبال نے اسی گروپ کی شمولیت اور شرکت پسند کی۔ بہر حال مجھ کو اس سے غرض نہیں یہ خاندانی معاملات ہیں۔ اس سے بھی کسی کی شخصیت کا اصل چہرہ سامنے نہیں آتا۔ کیونکہ یہ حسدِ حاسد بھی ہو سکتی ہے۔ احباب اور مداح بھی محبوب کی تن بلندی میں کسر چھوڑنا گوارہ نہیں کرتے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ گمراہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ دشمنی کے گمراہ اور محبت کے گمراہ۔ یہ اندھی محبت ہی کی باتیں ہیں کہ مثنوی مولانا روم کو۔ قرآن پہلوی کا لقب دے دیا۔ کتنا بدبخت تھا وہ شاعر اور گمراہ ہوا وہ شعر والا جسنے یہ شعر بنایا۔ ؎

مولوی و مثنوی و معنوی
ہست قرآن درزبان پہلوی

(معاذ اللہ) ایک بدبخت بدنصیب اٹھتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ قرآن مجید کے بعد اگر کسی کلام کا درجہ ہے تو مثنوی روحی ہے۔ (حیات اقبال ص ۲۰۱) گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی اس کی نظر میں کچھ نہیں یہی وہ گمراہیاں ہیں جو دوستوں دشمنوں کی طرف سے ہوتی ہیں اور بدنام بڑوں کو کر دیتی ہیں۔ لیکن حق و صداقت کی پرکھ کرنے والا ان خرافات کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ اسی طرح ہم نے بھی فقط یہ دیکھنا غور کرنا ہے کہ اقبال میں بُطلان کی نشانیاں ہیں یا حقانیت کی۔ لہٰذا جب پہلی نشانی پر غور کیا جاتا ہے۔ اور اس ضمن میں کُلیاتِ

اقبال پر فکر کی جاتی ہے۔ تو جو سامنے آتا ہے وہ قارئین کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ اقبال کی ایک وہ خصوصیت جو کسی شاعر میں نہیں پائی جاتی نہ ہندی و تورانی ہیں نہ اُردو و ایرانی ہیں نہ عربی و پنجابی ہیں وہ ہے اقبال کی جذباتی حالت اور تندی و تیزی۔ یہ جذباتی کیفیت کا ہی نتیجہ ہے۔ کہ بارگاہِ رب تعالیٰ کے احترام کا خیال بھی نہیں رکھا جاتا۔ چنانچہ اقبال کے شکوے کے کثیر اشعار میں سخت بیباکی کے علاوہ دیگر اشعار میں بھی بڑی سخت کلامی پائی جاتی ہے۔ ایک شعر میں کہتے ہیں۔ ؎

از تو پرسم ایں فسوں سازی کہ چہ　　با قمارِ بد نشیں بازی کہ چہ!
مشتِ خاک و ایں سپہرِ گرد گرد　　خود بگو می زیبد ش کاری کہ کرد

ان اشعار میں اقبال شاہ علی ہمدانی سے تخلیقات خداوندی پر اعتراض و تنقیدی طور پر سوال کر رہے ہیں۔ اشعار کا ترجمہ:۔ اے شاہ ہمدان میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ رب تعالیٰ کا خیر و شر پیدا کرنا جادوگری اور فریب کاری نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ برے جوئے باز کی ہم نشینی نہیں تو اور کیا ہے کہ ادھر انسان کو پیدا کیا اور ادھر سردار شیطانی لشکر اس کے پیچھے لگا دیا۔ تو خود بتا کہ اللہ کو یہ زیب دیتا ہے (بحوالہ پس چہ باید کرد۔ اور فکرِ اقبال۔ اور اقبال اور کشمیر) بال جبریل ص ۶ میں ہے۔ ؎

فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا
یا اپنا گریباں چاک یا دامنِ یزداں چاک!

یعنی قیامت میں جب میرا اور اللہ کا آمنا سامنا ہوگا تو میرا جنوں یا میرا اپنا گلا پھاڑے گا یا پھر یزدان (رب) کا دامن اسی جذباتی اور غضیلی حالت میں بال جبریل ص ۹۵ پر لکھتے ہیں۔

کریگی دادرِ محشر کو شرمسار اِک دن　　کتابِ صوفی و مُلّا کی سادہ اوراقی

ترجمہ:۔ یعنی دادر محشر اللہ تعالیٰ کو اپنے صوفیوں اور عالموں پر بڑا ناز ہے۔ لیکن ایک دن میدان محشر میں ان دونوں کے نامہ اعمال والے خالی ورقے اللہ کو خوب شرمندہ کرے گی۔ اسی طرح بال جبریل ص ۱۳۷ پر ہے ع

شوخ و بے پروا ہے کتنا خالقِ تقدیر بھی!

اس شعر میں بھی سراسر رب تعالیٰ جَلَّ مَجدُہٗ کی گستاخی ہے۔ کیونکہ شوخ کے معنیٰ اُردو لغت میں ہیں۔ بے حیاء اکڑ باز۔ شرارتی۔ خالقِ تقدیر رب کریم ہے۔ اس کی پاک ذات کے لیے ایسے جملے استعمال کرنا بہت بے باکانہ ہیں۔ بانگ درا ص ۸۸ پر لکھتے ہیں ؎

اپنوں سے بیر رکھنا تو نے بتوں سے سیکھا جنگ و جدل سکھایا واعظ کو بھی خدا نے

یہ رب تعالیٰ کی گستاخی والے اشعار ہیں۔ کوئی کس طرح نقل کر سکتا ہے۔ شکوہ اقبال میں اس سے بھی زیادہ بری زبان استعمال کی گئی ہے۔ یہاں ہم ان کو نقل نہیں کرتے کیونکہ زبان زد عام و خاص ہیں۔ غالباً ان شعروں کی وجہ سے ہی ہمعصر علماءِ اسلام نے اقبال پر فتویٰ لگایا ہوگا۔ کیونکہ کوئی بہت ہی دل گردے والا انسان ان اشعار کو سننا گوارہ کر سکتا ہے۔ ورنہ عام مسلمان کا تو یہ شعر سن کر پتہ پھٹتا ہے۔ دل شق اور جگر زخمی ہوتا ہے۔ لیکن مجھ کو وہ فتوے نظر نہ آئے میں نے اس مضمون کی تیاری کے لیے بہت سی لائبریریاں کھنگال ڈالیں۔ مجھ کو تو صرف اقبال کے مداحوں کی کتب ہی میسر آئیں یا اقبال کا اپنا کلام میں نے جو کچھ اس مضمون میں درج کیا ہے وہ سب تقریباً تبیینً موافقانہ کتابوں سے درج کیا ہے نہ کہ مخالفانہ یا معاندانہ کتب سے۔ یہی جذباتی طبیعت اقبال اپنے نصیحت آمیز شعروں میں بھی غالب رکھتے ہیں۔ چنانچہ بال جبرئیل ص ۱۶۱ پر بہت تند خوئی کے لہجہ میں رقم طراز ہیں۔ ؎

وہ خدایا یہ زمین تیری نہیں تیری نہیں تیرے آبا کی نہیں تیری نہیں میری نہیں

یہ زبان بالکل ویسی معلوم ہوتی ہے جیسے دو عورتیں لڑتے وقت ایک دوسرے کو مطعون کرتے ہوئے کہتی ہیں۔ کہ یہ تو تیرے باپ کی بھی نہیں۔ دوسری کہتی تو کیا تیرے باپ کی ہے۔ بالکل یہی لہجہ نسلِ مسلم کے خورد و جواں کی صلاح بندی کرتے ہوئے استعمال کیا گیا۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی کہ تو گفتار وہ کردار تو ثابت وہ سیارہ

یعنی موجودہ نسل انسانی نری بد کردار ہے۔ اور آباء سے نہ جانے کون مراد ہیں کیونکہ آباء تو نسل و اصل والے باپ دادا کو کہا جاتا ہے۔ خود کہتے ہیں ع

میرے آباء لاتی و مناتی!

یعنی بت پرست ہندو پنڈت۔ ایک جگہ ظاہراً خود کی نسبت رکھتے ہوئے قوم مسلم کو کہتے ہیں۔ ع

گفتار کا غازی تو بنا گیا کردار کا غازی بن نہ سکا

یہاں بے عمل غلط کردار والا کہا گیا ہے۔ کہیں کہا گیا۔ ؎

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے!

ایک اور جگہ قوم مسلم کا اس طرح نقشہ کھینچا گیا ؎

دامنِ دین ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

یعنی قوم مسلم نہ دین کی رہی نہ ملت کی۔ ایک جگہ لکھا ہے ؎

ہو گئی رسوا زمانے میں کُلاہِ لالہ رنگ

یعنی زمانے کی رسوا ترین قوم ترکی و ہندی مسلمان ہیں۔ کلاہِ لالہ رنگ سے مراد ترکی سرخ ٹوپی ہے جو اس زمانے میں مسلمانوں کا نشان تھا جب کہ ہیٹ نصاریٰ کا اور کپڑے کی ٹوپی ہندوستان کی نشانی تھا۔ گویا دنیا میں ذلیل صرف ترکی ٹوپی والی قوم ہوئی۔ آگے فرماتے ہیں ؎

ربط و ضبطِ ملّتِ بیضا ہے مشرق کی نجات

ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر!

یعنی اسلامی اتحاد میں نجات ہے مگر قوم مسلم اتنی بے نصیب ہے۔ کہ اس سے بے خبر ہے اور کوئی مسلمان اس سے باخبر نہیں۔ ایک جگہ مسلم قوم کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں۔ ؎

اے بادِ صبا! کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا قبضے سے بیچاری امت کے دیں بھی گیا دنیا بھی گئی

یہ اشعار بانگ درا میں ہیں۔ بال جبریل میں فرماتے ہیں ص ۵۶، ص

دل سوز سے خالی ہے نگاہ پاک نہیں ہے!

یعنی قوم مسلم کا دل برا اور نگاہ پلید ہے۔ اور ص ۶۹ پر ہے ع

تیری نگاہ فرومایہ ہاتھ ہے کوتاہ!

یعنی اے مسلم بدبخت تیری نگاہ کمینی اور تیرے ہاتھ بخیل کنجوس لفظِ فرومایہ کا ترجمہ ہے

کینہ دیکھو لغات فارسی اور کریما سعدی۔

ص ۷۶ پر کہتے ہیں۔ بتوں کو تجھ سے امیدیں خدا سے نومیدی مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے اس شعر میں قوم مسلم کو ملحد و کافر کا خطاب دیا گیا۔ یہ تو وہ اشعار ہیں جن کا مطلب و معنیٰ صرف مندرجہ ہی ہو سکتا ہے لیکن بعض حضرات نے تو علامہ کے کئی تعنیبہ اشعار پر بھی اعتراض کیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ

خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ سرمہ تھا میری آنکھ میں خاکِ مدینہ و نجف

اس شعر میں لفظ خیرہ فارسی لغت کا ہے جس کے تقریباً چودہ معنیٰ ہیں جن میں ایک معنیٰ ہے مرعوب ہونا، آنکھیں چندھیا جانا، معترضین کا کہنا ہے کہ یہ شعر تو اپنی جگہ بالکل درست ہے مگر علامہ کی زندگی اور عملی نمونہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ان کا پورا گھریلو معاشرہ چال ڈھال طرز لباس بود و باش پوری طرح فرنگیت اور اُن کی انگریزیت سے متاثر نظر آتا ہے۔ ۲ ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

اس شعر پر دو طرح سے اعتراض کیا گیا ہے۔ ۱ یہ کہ معراج جیسے خصوصی واقعے کی اہمیت گھٹائی گئی ہے اس لیے کہ معراجِ مصطفیٰ اتنا اہم اور خصوصی واقعہ کہ اللہ تعالیٰ نے بجز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام عالَم میں کسی کو یہ ہمت و جرأت والی نعمت عطا نہ فرمائی۔ ہم بشریت تو درکنار کسی اولوالعزم نبی و مرسل اور ملائکہ مقربین کو بھی حاصل نہ ہوا۔ جب کہ اقبال صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے کہ عالمِ بشریت کا ہر بشر یہ سفر و سیاحت کرسکتا ہے اور کسی کی خصوصیت نہیں یعنی مسلم غیر مسلم ہر انسان کو معراج کی مثل گردش کرنے والے آسمان کی سیاحت اور فلکیاتِ مکانی لامکانی تک عروج و رسائی ہو سکتی ہے۔ یہ نظریہ اور سبق معراج کی گستاخی کے علاوہ آیت قرآنیہ کی تعلیم کے بھی خلاف ہے۔ دوم یہ کہ فلکیات کو گردوں کہہ کر سیّارگان میں شامل کیا گیا حالانکہ یہ بھی قرآنی آیت کے خلاف ہے ایک جگہ فرماتے ہیں دم پیری رہ طیبہ گرفتم ،غزل خواں ازسرودِ

رعاشقانہ، چو آں مرغے کہ از صحرا بر شام، کشاید پر بفکر آشیانہ ۔
ترجمہ: بڑھاپے کے وقت مدینہ منورہ کا راستہ پکڑا عاشقانہ طرز پر غزلیں کہتے ہوئے جس طرح جنگل میں شام کے وقت پرندہ اپنے آشیانے کی فکر میں پر کھولتا ہے۔ یہ اشعار لفظی طور پر تو بہت ہی پیارے ہیں۔ مگر علمی طور پر یہاں بھی خالی شاعری ہی نظر آتی ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر اقبال صاحب کبھی بھی حرمین شریفین حاضری نہ دے سکے۔ حالانکہ براستہ حجاز مقدس کئی دفعہ گزر کر لندن کا سفر کرتے رہے۔ اس کے علاوہ علامہ صاحب نے نعت گو عاشقین شعراء کی طرح کوئی مستقل نعت ایک بھی نہ لکھی صرف چیدہ چیدہ کسی شاعرانہ موج میں آکر یہ چند اشعار لکھ ڈالے واللہ اعلم بالصواب ۔

ص ۱۶۲ پر ہے ع ہو تجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی
یعنی مسلمان دنیا میں سب سے زیادہ نکمے کام چور ہیں۔ ص ۱۶۸ پر مسلم کو نیا خطاب ملتا ہے۔ ع

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے!

ان کے علاوہ اور بھی بہت جگہ قوم مسلم کا نقشہ ایسی طرز سے بنایا جس سے ثابت ہو رہا ہے۔ کہ دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل ۔ کمینے بے ہنر، کام چور بدکردار، ضمیر فروش بے دین۔ راکھ کا ڈھیر، سست تن آسان۔ ملحد، خدا سے ناامید دور۔ گندی نگاہ والا۔ بخیل۔ اندھے دل والا۔ لالچی ۔ بے دین و بے ملت رسوا زمانے بھر کا۔ بنجر۔ بے چارہ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ باعث رسوائی پیغمبر بت گر۔ قبر فروش۔ جاہل۔ ظالم۔ اور یہ نقشہ کس کو دکھایا۔ کس کے سامنے پھیلایا اغیار بد باطن کے سامنے کلام اقبال کو پڑھ کر غیر مسلم کے ذہن میں اسلام اور مسلمانوں کا جو حلیہ ابھرتا ہے۔ اس کا خمیازہ سب اچھے برے مسلمانوں کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ اقبال نے یہ سب جلی کٹی بڑے ہی پیارے انداز میں سنا ڈالیں۔ اور بہت ہی اصلاحی طریقے سے قوم مسلم کو سمجھانے کے انداز اختیار کئے۔ مگر غیر مسلموں نے تو سب مسلمانوں کو ہی ان برائیوں کا حامل قرار دیتے ہوئے قابل نفرت سمجھا۔ اچھے برے کہاں نہیں ہوتے۔ مگر اقبال

نے تو کوئی چھانٹ نہیں کی اس نے تو پوری قوم ساری امت مسلمہ کو اغیار کی نگاہوں میں ذلیل بنا کر پیش کیا۔ تو کسی کو چھانٹ کی کیا مصیبت پڑی تھی۔ میں تو کہہ دوں گا کہ اقبال غمگسار قوم مصلح امت تھا۔ مگر حالات کیا بتاتے ہیں تجربہ کیا بتاتا ہے یہی کہ فرمودات اقبال کا نقصان تو یہ ہوا کہ دنیا قوم مسلم کو ٹھنکارنے لگی۔ اور بروں کی بھی کوئی اصلاح نہیں ہوئی۔

دو وجہ سے۔ ایک یہ کہ اقبال نے قوم کو برا تو خوب کہا۔ گندا ذلیل تو بنایا مگر سدھرنے کا طریقہ نہ سکھایا۔ بلکہ وہ علماء صوفیا۔ مدارس و مساجد و خانقاہ جن میں قرآن و حدیث کی دلیل دل نشین۔ جاں گداز۔ تہذیب و تمدن کی تعلیم و تزیین دی جاتی ہے جن کے سوا مسلمانوں کی ترقی کا اور منزل مقصود کا کوئی راستہ نہیں۔ ان سے اقبال نے دور کیا۔ کیا حضرتِ اقبال کو ساری دنیا میں کوئی بھی سچا مسلمان نظر نہ آیا۔ جس کی تھوڑی دیر کے لیے اقبال تعریفی لب کشائی کر دیتے۔ تاکہ ہم بھی کہہ سکتے کہ اقبال حق ہیں۔ یہ بات اقبال کے سارے کلام میں نمایاں ہے کہ اقبال نے کسی بھی مسلمان کی تعریف و ثنا نہیں کی۔ نہ معلوم اس میں کیا راز تھا۔ یا کس کے اشارے پر یہ چال چلی گئی دوسری وجہ یہ کہ۔ یہ بات بھی نہایت مجرب ہے کہ کسی کو راہ راست پر لانے کے لیے محض زبانی گفتگو شعر بازی یا طعنہ زنی یا مثالیں دینے سے کام نہیں چلتا۔ شاعری سے دل خوشکن لذت اور وقتی واہ واہ تو ہو جاتی ہے۔ مگر اصلاح ہوتے آج تک نہ دیکھی۔ اگر شعراء کے دم سے قومیں سدھرا کرتیں تو رب تعالیٰ انبیاء کرام کو شاعر بنا کر بھیجتا۔ اور کتب سماوی دیوانِ خداوندی بن کر اترتیں۔ اور مولانا رومی کو خود اپنی اصلاح کے لیے صوفی شمس تبریز کی ضرورت نہ پڑتی۔ قوم کی اصلاح تو عملی زندگی سے ہوتی ہے۔ جو اسلام اور اہلِ اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ سردارِ قوم اور میر کارواں کے لیے یہ رخت سفر سب سے زیادہ ضروری و اہم ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اہلِ اقبال کو شاید اقبال میں نگاہ بلند۔ اور جان پرسوز تو نظر آتی ہو۔ مگر سخن دلنواز اور عملی زندگی کا تقدس ڈھونڈے نہیں ملتا۔ نہ گفتار میں نہ شکل و صورت میں پھول کی خوشبو تو تب ہی آئے گی۔ جب شکل بھی پھولوں جیسی ہو۔ جس جلیے۔

شکل وصورت۔ رہن سہن۔ تعلیم وتربیت۔ آمدورفت میں اقبال نظر آتے ہیں قوم نے اسی طرف ہی تو جانا ہے۔ یورپ کی ریل میں بیٹھ کر خاکِ طیبہ کا راستہ تو نہیں دکھایا جاسکتا۔ نہ منوایا جاسکتا ہے۔ اس مذبذب دورخی پالیسی سے ہر شخص جان سکتا ہے۔ کہ اقبال پہلی نشانی میں کہاں تک حق ہیں۔ باطل سے نکلنے کے لیے کون سا راستہ ہے۔

دوسری نشانی، شجر اسلام بھی عجب پُربہار درخت ہے۔ اور اُس کے سایۂ عاطف میں چلنے والے قافلے بھی کمال سدا خرام ہیں کہ ہزاروں باطل آندھی وطوفان آئے مگر ان کی استقامت ورفتارِ منزل میں فرق نہ آیا۔ باطل کا شروع سے یہ طریقہ رہا کہ اولاً اہلِ قافلہ کو مانوس کیا اور وہی خوش کُن نغمہ سرائی کی جو ازل سے مسافرانِ قافلہ کے دل ودماغ میں سمائی ہوئی تھی۔ تاکہ کوئی بدظن نہ ہو۔ رواں دواں قافلہ خواہ جانوروں کا ریوڑ ہو یا مسافروں کا جتھہ ہر قافلے کو چلانے کے لیے دو راہنماؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک قائد اور دوسرا راعی۔ قائد آگے ہوتا ہے جو راستہ بتاتا ہے اور راعی پیچھے۔ راعی قافلے کو چلاتا ہے اور قائد راعی کو اسلام نے بھی امت مسلمہ کو دو رہبر عطا فرمائے۔ علماء اور اولیاء اللہ رسول نے قیامت تک قوم مسلمہ کو ان ہی دونوں راہنماؤں کے سپرد فرما دیا۔ علماءِ شریعت قائدِ اسلام وشریعت ہیں۔ آگے شریعت کا راستہ بتانے والے۔ اور اولیاءُ اللہ قافلے کے پشت پناہ ہیں۔ چل دینے والی ساری امت اولیاء اللہ کے قبضے میں۔ اور اولیاء اللہ علماءِ شریعت کے قبضے میں۔ یہ قافلے جمالِ مصطفےٰ کے مدینے میں بن بن کر جلالِ کعبہ کی طرف لگاتار جا رہے ہیں۔ اور تاقیامت جاتے رہیں گے۔ اور شریعت وطریقت والے آگے پیچھے رہ کر باطل سے بچتے بچاتے ان قافلوں کو لیے چلے جا رہے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جس نے قافلۂ اسلام میں شامل ہوتا ہے۔ وہ پہلے مدینۂ رحمت میں جائے۔ لیکن باطل اس قافلے کو بھٹکانا اور تباہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کا پہلا بھرپور وار مسافرانِ قافلہ پر یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کو مانوس نغمہ سرائی کے ضمن میں سناتا ہے کہ اے قافلے والو! تم غلط ہو۔ تباہ ہوگئے۔ تمہارا متاع کارواں لٹ گیا ہے۔ اور

تمہارے قلبوں سے احساسِ زیاں بھی جاتا رہا ہے۔ ارے کمزور و بزدلو میری مانو میری سنو! یہ راستہ اسلام کا نہیں ہے۔ جس پر تم چل رہے ہو۔ تم نکمے ہو ذلیل ہو اور خود اس طرح چل کر مزید ذلیل کر رہے ہو جب وہ مسافرانِ راہِ منزل جب وہ عوام کالانعام والے ریوڑ کے جانور اس دِل رُبا مانوس نغموں کے ساتھ ان طعنوں تشنوں کو سنتے ہیں۔ تو اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور سب کے کان کھڑے ہوتے ہیں۔ پوچھنے والے کچھ پوچھتے ہیں کہ ہمارا متاع کس نے لوٹا۔ ہم کو غلط راستے پر کس نے ڈالا اور ہم کیوں ہلاک ہو گئے تو باطل کا دوسرا حملہ یہ ہی ہوتا ہے کہ وہ قوم قافلہ کو بکھیرتے توڑتے اور لائن سے ہٹاتے راہ منزل سے دور کرنے کے لیے۔ کہتا ہے۔ کہ یہ قائد و راعی ہی تمہارے متاع کو لوٹنے والے ہیں۔ یہ ہی دونوں تم کو تباہ کر دیں گے۔ اور ان ہر دو راہنماؤں کی اتنی برائی کی جاتی ہے کہ قوم اور اہل خانہ قافلہ کے ناسمجھ شرکاء اپنے محبوبوں سے متنفر ہو کر نباہی سے ہم کنار ہوتے لگتے ہیں اقبال کی تعلیم۔ اور کلامِ اقبال کا ہر پہلو بس اسی ڈگر پر عمل پیرا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں ع

لے ڈوبے تجھے منطق ملّا کے طلسمات

اقبال کی نظر میں اسلام کا ہر پہلو ہر عالم فقیہ محدث مدرسہ درس گاہ دینی۔ اور صوفی اولیاء اللہ خانقاہ نشین خانقاہیں سب ہی بری ہیں۔ یہاں تک کہ امام دیلمی سے لے کر محی الدین عربی حافظِ شیراز۔ حضرت میاں میر خواجہ حسن نظامی سب بزرگانِ اسلام و اکابرِ دین قابل نفرت ہیں۔ ان سے مسلمانوں کو دور رہنا چاہیئے۔ دینی علم اور تصوّف سے تو اقبال کو بہت ہی چڑھ ہے کوئی کتاب۔ کوئی نظم کوئی غزل کوئی رباعی کوئی منقبت اقبال کی ایسی نہیں جس میں اقبال نے اسلام کی ان پاک باز ہستیوں کو مطعون نہ بنایا ہو۔ اور جذباتی انداز میں برا بھلا نہ کہا ہو۔ ان سب کو برا کہنے کے لیے اقبال صاحب نے اولاً ایک سوچا سمجھا نشان قائم کیا۔ اور سوچی سمجھی اسکیم کے تحت۔ خودی کا مسئلہ وضع کیا۔ اور خودی بھی وہ جس کو اقبال خودی کہہ دیں۔ اور پھر اس خودی کے مسئلہ میں اقبال اتنے خودسر ہوئے۔ کہ جو ہستی پاک بھی اقبال

کے معیار میں خودی سے ہٹا ہوا نظر آیا۔ اقبال نے اس کو معاف نہ کیا اور طعن و تشنیع سے نوازا علماء سے صوفیاء تک شریعت سے طریقت تک۔ یہاں تک کہ ولایت و نبوت کا بھی احترام باقی نہ چھوڑا حالانکہ یہ خودی نہ قرآنِ مجید میں موجود ہے نہ احادیثِ مطہرات میں بلکہ اس خودی کا موجد اقبال سے پہلے باطل فرقوں میں سے ایک فرقہ یزیدیہ تاریکیہ ہے جس کا بانی بایزید بن عبد اللہ۔ ایران سے چلا ہند میں بھی اس کے کچھ پیروکار موجود ہیں۔ چنانچہ مذاہب اسلام کتاب ص ۵۸۰ پر ہے۔ ان کے عقائد سے بنیادی عقیدہ۔ خودی اور خودشناسی ہے۔ اس فرقے کے نزدیک خودشناس ہندو ناخودشناس مسلمان سے اچھا ہے بعینہ یہی نظریات اقبال کے ملتے ہیں۔ ہوسکتا ہے اقبال اسی فرقے سے متاثر ہوں۔ اقبال کی یہ سب باتیں اور جذباتی مخالفتیں ہم کو اقبال کی ہی کتب سے میسر آئیں۔ چنانچہ بانگ درا ص ۱۰۱ پر ہے ؎

عجب واعظ کی دینداری ہے یارب عداوت ہے اسے سارے جہاں سے

ضرب کلیم ص ۲۲ پر ہے ؎

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

ضرب کلیم ص ۲۴ پر ہے۔ بعنوان مُلّائے حرم ؎

عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو تری نگاہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام
تری نماز میں باقی جلال ہے نہ جمال تری اذاں میں نہیں ہے مری سحر کا پیام

ضرب کلیم ص ۲۵ پر ہے ؎

آہ اس راز سے واقف ہے نہ مُلّا نہ فقیہ وحدتِ افکار کی بے وحدتِ کردار ہے خام
قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

ان تمام اشعار میں کیسی سخت غصیلی جذباتی اور مردانگی سے سٹی ہوئی زبان استعمال کی گئی ہے۔ اور ان کے لیے استعمال کی گئی ہے۔ جو غیر مسلم اغیار کی نظروں میں بھی امت مسلمہ کے رہنمایانِ قوم ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ یہ شاعرِ مشرق کے اشعار ہیں۔ یا بھٹیاروں کی لڑائی۔ یہ تو خیر ہوئی جو دوسری طرف سے کوئی نہ اٹھ کھڑے ہوا اور نہ وہ جوتم پیٹیل ہوتی اور جوتیوں میں دال بٹتی کہ توبہ ہی بھلی۔ ضرب کلیم ص ۲۸ پر لکھتے ہیں ؎

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر

یعنی اب جنگ نہ کرنی چاہیئے۔ اقبال نے شیخ سے مراد یا علماء یا صوفیاء لیے ہیں۔ مگر یہ ان کا اتہام ہے کسی دینی عالم نے جنگ بندی کا فتویٰ نہ دیا۔ ہاں مرزا غلام قادیانی نے فتویٰ دیا تھا۔ لہٰذا یہ تو اقبال کو مفید تھا کیونکہ قلم کی تلواریں تو مسلمانوں کے خلاف اقبال نے چلائیں جس کے زخم ابھی تک ہرے ہیں۔ ضرب کلیم ص ۳۸ پر ہے ؎

مجاہدانہ حرارت رہی نہ صوفی میں بہانہ بے عملی کا بنی شرابِ الست

ص ۳۹ پر ہے ؎

صوفی کی شریعت میں فقط مستیِ احوال ملا کی شریعت میں فقط مستیِ گفتار

ص ۴۴ پر ہے ؎

پیرانِ کلیسا ہوں کہ شیخانِ حرم ہوں نے جدتِ گفتار ہے نے جدتِ کردار

یعنی سب لوگ مذہبی برے ہیں کہ ان کا کردار گفتار رہیا نہیں وہی پرانا ہے۔

ص ۱۰۱ پر ہے ع

زجاج گر کی دکاں شاعری و ملائی

یعنی ملائی اور شاعری شیشہ کی دکان ہے۔ جو ایک دم ٹوٹ کر تباہ ہو جاتی ہے اس لیے اس کو توڑ پھوڑ دو۔ ص ۱۵۹ پر ہے ۔ ؎

خدا نصیب کرے ہند کے اماموں کو وہ سجدہ جس میں ہے ملت کی زندگی کا پیام

یعنی نماز کے سجدے سب غلط ہیں۔ ظاہرًا دعا ہے۔ باطن میں طنز ہے۔ یہ شعر اس وقت لکھا گیا جب ایک ترکی ملحد سوشلسٹ نے مسلمانانِ ہند کی نمازوں اور لمبے سجدوں پر اقبال کے سامنے اعتراض کیا تو اقبال نے چند اشعار میں اس ملحد کو تو مردِ مجاہد اور مومنِ آزاد کا لقب دیا۔ لیکن مسلمان علماء اور نیک پاک متقیوں کو لمبے ساجدین کو غلام کی نماز قرار دیا اور علماء کے متعلق لکھا ہے کہ ان غریب بیہودہ ملاؤں کو سجدہ ریزی کے سوا کام کیا ہے۔ بانگ دراص ۱۰۴ پر ؎

امیدِ حور نے سب کچھ سکھا رکھا ہے واعظ کو
یہ حضرت دیکھنے میں بھولے بھالے سیدھے سادھے ہیں؟

بانگ درا ص ۱۱۱ پر ہے۔ ؎

غرورِ زہد نے سکھلا دیا ہے واعظ کو کہ بندگانِ خدا پر زباں دراز کرے

ارمغانِ حجاز ص ۲۱۵ پر لکھتے ہیں۔ بعنوان شیطان کی باتیں ؎

یہ ہماری سعیٔ پیہم کی کرامت ہے کہ آج صوفی و مُلّا
ملوکیت کے ہیں بندے تمام

ارمغان حجاز ص ۲۴۸ میں ہے۔ ؎

باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری اے کشتۂ سلطانی و مُلّائی و پیری

یعنی علمائے اسلام صوفیائے عظام کے پاس بیٹھنے والا مردہ ضمیر ہو جاتا ہے جیسے کہ بادشاہوں کے پاس بیٹھنے والا صوفیوں، ملاؤں کے ڈنگ سے بچو۔

ص ۲۵۷ پر ہے ؎

مُلّا کی نظر نورِ فراست سے ہے خالی بے سوز ہے میخانۂ صوفی کی مئے ناب

یعنی علماءِ اسلام دل کے اندھے اور صوفیاءِ اسلام مردہ روح والے ص ۲۶۴ پر ہے ارمغانِ حجاز ؎

کُھلا جب کُتب خانۂ گُل چمن میں نہ کام آیا مُلّا کو علمِ کتابی!

یعنی دین دنیا کے کسی چمن میں علماء کو قرآن وحدیث کا علم کام نہ آسکا۔ اس سے صاف پتہ چلا کہ اقبال کے نزدیک دینی علوم بیکار بے فائدہ ہیں۔ بالِ جبریل ص ۴۷ پر لکھتے ہیں۔ ؎

کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے فقیہ و صوفی و شاعر کی ناخوش اندیشی

اس شعر میں اُن فقہاءِ ملّت کی گستاخی ہے جن پر اسلام ناز کرتا ہے۔ اسلامی فقہاء علماء کے درخشندہ کارنامے روشن کردار سے تو غیر مسلم بھی متاثر اور حیرانی سے انگشت بدندان ہیں۔ بالِ جبریل ص ۵۲ پر ہے ؎

کیا صوفی و مُلّا کو خبر میرے جنوں کی ان کا سرِ دامن بھی ابھی چاک نہیں ہے

ص ۸۷ پر ہے ؎

پیرِ حرم کو دیکھا ہے میں نے کردار بے سوز گفتار واہی

پیرِ حرم سے مراد قربِ کعبہ میں رہنے والے اولیاء اللہ۔ یعنی ان کا عمل بے سوز

ریا کاری۔ اور ان کی باتیں فقط واہی۔ کا ترجمہ اردو لغت میں ہے۔ بکواس اسی لیے
فضولیات کو واہی تباہی بکنا کہا جاتا ہے۔ ص ۱۹۶ اپر ہے ؂

وہ مذہبِ مردانِ خود آگاہ و خدامست   یہ مذہبِ مُلّا و جمادات و نباتات

یعنی صحیح مذہب والے اور ذی عقل اور باعزت لوگ تو خودی کو جاننے والے ہیں۔
لیکن مُلّا کا مذہب گدھے گھوڑے اور کوڑے کرکٹ گھاس پھوس جیسا ہے۔ شاید
آپ نے اقبال کے مردانِ خود آگاہ سے مراد کوئی مومن ہی سمجھا ہوگا۔ نہیں نہیں۔
اقبال کا مردِ خود آگاہ اور خدامست مسلمان نہیں بلکہ کچھ اور ہی ہے۔ جو آگے پانچویں
عنوان میں بتایا جائے گا۔ بالِ جبریل ص ۲۰۸ پر ہے ؂

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن   مُلّا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

حدیث پاک میں ہے کہ بروزِ محشر شہید کے خون سے زیادہ افضل علماءِ اسلام کے
قلم کی سیاہی ہوگی۔ مگر اقبال کا دین کچھ اور ہی کہہ رہا ہے۔ کتاب باقیاتِ اقبال
ص ۱۰۱ پر ۵ شعروں کی ایک نظم میں اقبال نے علماء کو بہت گالیاں دیں۔ ان میں
چار شعر درج کئے جاتے ہیں۔ ذرا تند مزاجی کا اندازہ لگائیے۔ ؂

دہلی دروازے کی جانب ایک دن جاتا تھا میں
شام کو گھر بیٹھے رہنا قابلِ الزام ہے
خضر صورت مولوی صاحب کھڑے تھے اک وہاں
ہم مسلمانوں میں ایسی مولویت عام ہے
وعظ کہتے تھے کوئی مسلم نہ انگریزی پڑھے
کفر ہے آغاز اس بولی کا کفر انجام ہے
میں نے یہ سن کر کیا ان کو مخاطب اس طرح
آپ کا ہونا بھی اپنی گردشِ ایام ہے

ان اشعار کے ہر نشتر سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ دینی علم اور علماء اقبال کے
لیے ایک بہت بڑی بدنصیبی ہے۔ ابتدائی دور میں واقعی علماءِ اسلام نے
انگریزی زبان سیکھنے سے روکا تھا کیونکہ یہ زبان صرف زبان بن کر نہ آئی تھی
بلکہ پوری اسلام دشمنی کفر دوستی۔ بد اخلاقی اور مغربی گھنونی ننگی تہذیب کا پورا

بادہ لے کر آئی تھی اقبال اور سرسید جیسے لوگ تو اس کے جھاڑ جھنکاڑ کے مالی بنے تھے۔ جب ان کے اشاروں پر نسلِ مسلم قرآن حدیث علماء صوفیاء سے ہٹ کر انگریزیت میں غرق ہونے لگی تب ڈوبتوں کو سہارا دینے کے لیے یہ بھی کہنا پڑا کہ تم شوق سے کالج میں پڑھو پارک میں پھولو چاہے تو جہازوں پہ اڑو چرخ پہ جھولو۔ پر ایک سخن بندۂ مسکیں کی رکھو یاد اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو۔ (اکبرالٰہ آبادی عاشقِ رسول) باقیات اقبال ص ۳۳۶ سے۔

عجیب طرز ہے کچھ گفتگوئے واعظ کا — خدا بچائے یہ باتیں سنی نہ تھیں میں نے

(ص ۳۵۱ پر ہے۔ باقیات اقبال) سے

زاہدِ شہر کہ ہے سوختہ طبعی میں مثال — خشک ہے اس کو غریقِ نم صہبا کر دیں

یعنی یہ صوفیاء لوگ کیسے پر ورجلی طبیعت والے نرے خشک ہیں باقیات اقبال میں ۴۶ پر ہے سے

ہے اندھیرے میں فقط مولوی صاحب کی نمود — بنکے شمس العلماء چمکے ہیں جگنو کی طرح

باقیات اقبال ص ۱۵۵ پہ ہے سے

واعظوں میں یہ تکبر کہ الٰہی توبہ — اپنی ہر بات کو آوازِ خدا کہتے ہیں

بال جبریل ص ۵۴ پر ہے سے

میرے لیے تو ہے اقرارِ باللساں بھی بہت — ہزار شکر کہ مُلّا ہیں صاحبِ تصدیق

یعنی ایمان تو یہ ہے کہ تصدیق بالقلب بھی ہو۔ اقبال کہتا ہے مجھ کو اس کی ضرورت نہیں صرف اقرار باللسان یعنی زبانی کلمہ گوئی بہت کافی ہے۔ حالانکہ یہ اقرار مسلمان نہیں بناتا۔ ص ۵۶ پہ ہے سے

سکھا دیئے ہیں اسے شیوہائے خانقہی — فقیہہِ شہر کو صوفی نے کر دیا ہے خراب

بال جبریل ص ۸۷ پر ہے سے

یہ پیرانِ کلیسا و حرم اے وائے مجبوری — صلہ ان کی کد و کاوش کا ہے سینوں کی بے نوری

یعنی بت خانے اور کعبے والے دونوں کے اعمال کردار سے سینوں کے بے نوری ہے۔ اور صوفیاء کی محنتیں تلاوتیں چلے وظیفے سب کچھ بے نوری کا سبب ہیں۔ ص ۱۰۱ پر ہے نے فلسفی سے نہ مُلّا سے ہے غرض مجھ کو یہ دل کی موت وہ

اندیشۂ وفکر کا فساد۔ ص ۱۱۲ پر ہے۔
میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہوگا مسائل نظری میں اُلجھ گیا ہے خطیب
بال جبریل ص ۱۵۹ پر بعنوان۔ ملا اور بہشت۔ پانچ اشعار کی نظم میں ملا کو کہا گیا ہے
کہ یہ جنت کے لائق نہیں ہے کیونکہ یہ ہندو، عیسائی۔ یہودی۔ سکھ سے جھگڑے کا عادی
ہے جنت میں گرجہ نہ مسجد نہ مندر نہ گردوارہ نہ کلیسا۔ اس کا وہاں کیا کام یہ تو اقبال
کا اردو کلام ہے جو عام مشہور ہے۔ جس کو پڑھ کر قوم گمراہ ہو رہی ہے اور غیر مسلم
اسلام سے متنفر۔ اِن اَشعار میں اقبال نے علماء صوفیاء کو مندرجہ ذیل برے القابات
سے نوازا، بے توفیق، سب کا دشمن بے جلال۔ اندھا۔ بیکار گی نماز والا۔
بیکار اذان۔ گھٹیا امامت گھٹیا نماز۔ بے عمل۔ فضول علم دین والا۔ بکواسی بہانے
باز۔ بزدل۔ سجدے غلط۔ غریب۔ بیہودہ۔ مفت خور۔ مکار۔ باطن خراب مغرور
متکبر۔ زبان دراز۔ دل کا اندھا۔ روح مردہ۔ ڈینگ مارنے والا۔ بیڑا غرق کرنے
والا۔ اب ذرا اقبال کا۔ فارسی کلام ملاحظہ فرمائیے۔ چنانچہ پیام مشرق ص ۶۷ پر
فرماتے ہیں ؎

بہ علم غرہ مشو کارِ مے کشی دگر است فقیہِ شہر گریبان و آستین آلود!

ترجمہ۔ اے اسلام کے فقیہِ شہر تو اپنے علم پر مغرور مت ہو شراب نوشی
دوسرا کام ہے تو نے گریبان اور آستین کو آلودہ کیوں کر لیا۔ ارمغان حجاز ۴۹ پر
ہے ؎

متاعِ شیخ اَساطیرِ کہن بود حدیثِ او ہمہ تخمین و ظن بود!
ہنوز اسلامِ او زنّار دار است حرم چوں دَیر بود او برہمن بود

ترجمہ:۔ یہ مولوی اور صوفی اس کا سارا دینی سرمایہ پرانے قصہ کہانیاں ہیں (یعنی
صحابہ و تابعین۔ قرآن و حدیث کی) اس کی حدیث اور روایتیں سب اندازے
اور توہمات ہیں۔ اس کا اسلام کفر والا ہے اور اس کا حرم شریف تبخانہ کی طرح
اور یہ خود ہندو برہمن کی طرح ہے۔ ارمغان حجاز ۶۵ پر ہے ؎

دلِ ملا گرفتارِ غمے نیست نگاہے ہست در چشمش نمے نیست
ازاں بگریختم از مکتبِ او کہ در ریگِ حجازش زمزمے نیست

سرِ ممبر کلامش نیشدار است کہ او رصد کتاب اندر کنار است

ترجمہ :۔ مولوی کا دل بالکل غمِ آخرت سے خالی ہے۔ اس کی آنکھیں تو ہیں مگر اس میں حیا یا خوفِ خدا کے آنسو نہیں ہیں۔ میں دینی مدرسوں اور فقہ حدیث تفسیر کی تعلیم سے اسی لیے بھاگا ہوں۔ کہ اس کے عربی رہتے ہیں زمزم نہیں ہے۔ ممبر پر اس کی تقریر ڈنگ ہے۔ کیونکہ اس کو اپنی گود کی صد کتابوں پر غرور ہے۔ ارمغان حجاز ص ۹۰ پر ہے۔

حقیقت را بہ رندے فاش کردند کہ مُلّا کم شناسد رمزِ دیں را!

ترجمہ : اللہ نے اپنے سارے راز رند کو بتا دیئے کیونکہ مولوی دین کی رمزاور بھید کو بہت کم پہچان سکتا ہے۔ یہ اقبال کی مغرورانہ خودستائی وخود نمائی ہے۔ کہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ ولی اللہ سمجھتا ہے۔ ص ۱۰۰ پر ہے۔

گرفتم حضرتِ مُلّا ترش روست نگاہش مغز را نشناسد از پوست

ترجمہ۔ میں نے مانا کہ مولوی بڑے غصہ والا کھٹے چہرے والا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ بیوقوف مغز اور کھال کو نہیں پہچان سکتا۔ ص ۱۰۱ پر ہے۔

بہ بندِ صوفی و مُلّا اسیری حیات از حکمتِ قرآں نہ گیری!

ص ۱۰۲ پر ہے۔

زمن بر صوفی و مُلّا سلامے کہ پیغامِ خدا گفتند ما را
ولے تاویلِ شاں در حیرت انداخت خدا و جبرئیل و مصطفےٰ را

ص ۱۰۳ پر ہے۔

ز دوزخ واعظِ کافر گرے گفت حدیث خوشتر از دے کافرے گفت

ترجمہ، اے مسلمان تو صوفی اور مولوی کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔ اس لیے تو قرآن کی حکمت نہ لے سکے گا۔ میری طرف سے صوفی اور مُلّا کو دور سے سلام جو کہ خدا کا پیغام ہم سے کہتے ہیں۔ لیکن اس کی تاویل ایسی کرتے ہیں۔ کہ خدا جبریل اور مصطفےٰ حیرت میں ہیں۔ واعظ ہر ایک کو کافر بنانے والا جو دوزخ سے اس نے کہا۔ اس سے اچھی بات تو کافر کہہ لیتے ہیں۔ ص ۱۳۸ پر ہے۔

بیک مسجد دو مُلّامی نگنجد ز افسونِ بتاں گنجد بیک دیر

سر ممبر کلاہش نیشدار است کہ او را صد کتاب اندر کنار است

ترجمہ:۔ مولوی کا دل بالکل غمِ آخرت سے خالی ہے۔ اس کی آنکھیں تو ہیں مگر اس میں حیا یا خوفِ خدا کے آنسو نہیں ہیں۔ میں دینی مدرسوں اور فقہ حدیث تفسیر کی تعلیم سے اسی لیے بھاگا ہوں۔ کہ اس کے عربی رہتے ہیں زمزم نہیں ہے۔ ممبر پر اس کی تقریر ڈینگ ہے۔ کیونکہ اس کو اپنی گود کی صد کتابوں پر غرور ہے۔ ارمغان حجاز ص ۹۰ پر ہے۔ ؎

حقیقت را بہ رندے فاش کردند کہ مُلّا کم شناسد رمزِ دیں را!

ترجمہ: اللہ نے اپنے سارے راز رند کو بتا دیئے کیونکہ مولوی دین کی رمز اور بھید کو بہت کم پہچان سکتا ہے۔ یہ اقبال کی مغرورانہ خودستائی و خود نمائی ہے۔ کہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ ولی اللہ سمجھتا ہے۔ ص ۱۰۰ پر ہے ؎

گرفتم حضرتِ مُلّا ترش روست نگاہش مغز را نشناسد ز پوست

ترجمہ۔ میں نے مانا کہ مولوی بڑے غصہ والا کھٹے چہرے والا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ بیوقوف مغز اور کھال کو نہیں پہچان سکتا۔ ص ۱۰۱ پر ہے ؎

بہ بندِ صوفی و مُلّا اسیری حیات از حکمتِ قرآں نہ گیری!

ص ۱۰۲ پر ہے۔

ز من بر صوفی و مُلّا سلامے کہ پیغامِ خدا گفتند ما را
ولے تاویلِ شاں در حیرت انداخت خدا و جبرئیل و مصطفےٰ را

ص ۱۰۳ پر ہے ؎

ز دوزخ واعظِ کافر گرے گفت حدیث خوشتر از وے کافرے گفت

ترجمہ، اے مسلمان تو صوفی اور مولوی کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔ اس لیے تو قرآن کی حکمت نہ لے سکے گا۔ میری طرف سے صوفی اور مُلّا کو دور سے سلام جو کہ خدا کا پیغام ہم سے کہتے ہیں۔ لیکن اس کی تاویل ایسی کرتے ہیں۔ کہ خدا جبرئیل اور مصطفےٰ حیرت میں ہیں۔ واعظ ہر ایک کو کافر بنانے والا جو دوزخ سے اس نے کہا۔ اس سے اچھی بات تو کافر کہہ لیتے ہیں۔ ص ۱۳۸ پر ہے ؎

بیک مسجد دو مُلّامی نگنجد ز افسونِ بتاں گنجد بیک دیر

ترجمہ: لڑا کے مولوی ایک مسجد میں دو نہیں ٹھہر سکتے۔ بت پرست ایک بت خانے میں بہت ٹھہر جاتے ہیں۔ ص ۱۴۴ پر ہے ۔

مباش ایمن ازاں علمے کہ خوانی کہ از وے روحِ قومی میتواں کُشت

مت ہو مطمئن اس علم سے جو تو پڑھتا ہے کہ اس سے ایک قوم کی روح ہلاک کی جا سکتی ہے یعنی دینی علم ۔

کسے کو لاالٰہ را در گرہ بست ز بندِ مکتب و مُلّا بروں جست

ترجمہ: جس نے لاالٰہ کو دل میں جمایا۔ وہ مدرسوں اور مولویوں سے دور بھاگا۔ ص ۱۴۳ پر ہے ۔

باآں دین و باآں دانش میر داز کہ از ماہی بر دچشم و دل دوست

اے مسلمان اس دین میں اور اس عقل میں مشغول مت ہو کیونکہ یہ دین ہم سے عقل کی آنکھیں۔ دل اور ہاتھ لے جائے گا۔ اور تو بھی دین میں آکر اندھا کوڑھی بن جائے گا۔ ص ۱۵۶ پر ہے ۔

مرا کافر کند اندیشۂ رزق ترا کافر کند علم کتابی

ترجمہ: مجھ کو کافر کیا رزق کی فکر نے اور اے مولوی تجھ کو کافر کیا تیرے کتابی علم نے ص ۱۵۷ پر ہے ۔

مرا یاد است از دانائے افرنگ بسا رازے کہ از بود و عدم گفت

ز تاویلاتِ مُلّا یاں نکوتر نشستن با خود آگاہے دمی چند

ترجمہ: مجھ کو عقل کے بادشاہ انگریز محبوب کے بہت سے وہ اسرار جو اس نے مجھ کو ہستیِ کائنات یا لاالٰہ کے بارے سمجھائے تھے یاد ہیں۔ مُلّاؤں مولویوں کی تفسیر قرآن سننے سے تو کہیں زیادہ اچھا ہے اس جیسے انگریز خود آگاہ کے پاس چند منٹ بیٹھنا۔ یہ تھے اقبال کے فارسی زہریلے خنجر۔ جو انہوں نے قوم مسلم کے سینے میں گھونپے۔ ان اشعار میں جو کچھ مفکر اعظم حضرت شاعر مشرق نے فرمایا۔ اس کا خلاصہ اور منشا یہ ہے۔ کہ ہندو اچھا مولوی برا۔ انگریز عقل والا مولوی بے وقوف مندر اچھا مدرسہ برا۔ دین کی تعلیم نقصان دہ اندھا کوڑھی کرنے والی۔ یہ سب اشعار تقریباً تہتر ہیں گویا کہ اقبال صاحب نے علماء صوفیاء کے خلاف اسلام اور

تعلیم اسلام کے خلاف مسلمانوں کو بھڑکانے کے لیے پورا ایک مستقل دیوان لکھ ڈالا ابھی مزید اشعار موجود ہیں۔ گویا کہ اقبال کا سارا تفکر اور محرم رازی اسی میں تھی کہ قوم مسلم کو علماء صوفیاء علم مدرسہ اور اسوہ حسنہ سے متنفر اور دور کیا جائے۔ اقبال کا زیادہ کلام اسی قسم کا ہے۔ اور یہی باطل کا حملۂ اوّل ہے۔ اس لیے کہ مسلمانوں کو رب تعالیٰ نے دو محافظ عطا فرمائے صوفیاء اسلام جو مثلِ راعی کے ایک لڑی میں پرونے والے ہیں اور علماء دین جو قائدین بن کر دشمنی بھیڑیوں کو روکنے والے ہیں۔ چونکہ راعی اپنے ریوڑ سے کسی جانور کو نکلنے نہیں دیتا اور قائد کسی دشمن کو اندر آنے نہیں دیتا۔ اس لیے باطل سمجھتا ہے کہ میری رکاوٹ یہی علماء اور صوفیاء ہیں تبھی وہ ان دونوں گروہوں کے خلاف سب و شتم بلند کرتا ہے۔ رہا عوام کا دلدادگانِ اقبال بننا تو یہ بھولی بھیڑوں کا شروع سے کام ہے جس شکاری نے چاہا ان کو شکار کر لیا یہ تو بھیڑیے کو بھی ہم جنس سمجھ لیتے ہیں اب یہ دانشور فیصلہ کریں گے کہ کلامِ اقبال میں بطلان کا دوسرا۔ اور تیسرا نشان پایا جاتا ہے یا نہیں۔ یہ باطل کا تیسرا نشان ہے۔ ایک نظم میں اقبال صاحب لکھتے ہیں ؎

اس عہد میں مُلّاؤں نے دیں بیچا مد افسوس | یہ طوقِ غلامی یہ تیری فطرتِ آزاد
اک لقمۂ روٹی کے لیے قرآں کی آیات | لے ڈوبے تجھے منطق مُلّا کے طلسمات
للہ گریبان میں منہ ڈال کے دیکھو | جینے کے یہ ساماں ہیں کہ مرنے کی علامات

ان اشعار میں قومِ مسلم اور علماءِ اسلام کو سخت جذباتی اور غصیلے انداز میں گالیاں دی گئی ہیں۔ اور پھر قارئین خود غور فرمائیں کہ اقبال نے برا تو سب کو کہا مگر کوئی منزل کوئی راستہ۔ کوئی سبق نہ دیا۔ گویا نشتر تو چبھویا مگر مرہم نہ رکھا اس لیے کہ مرہم اس کے پاس تھا ہی نہیں۔ اقبال صاحب حافظ شیرازی کے متعلق لکھتے ہیں۔ اسرار خودی پرانا نسخہ ص ۲۷، اب یہ تبدیل کر دیا گیا ہے کسی خوف سے ؎

بے نیاز از محفل حافظ گذر | الحذر از گو سفنداں الحذر!
ہوشیار از حافظِ صہبا گسار | جامش از زہرِ اجل سرمایہ دار

ترجمہ :۔ اے مسلمان حافظ شیرازی کی محفل سے دور بے پرواہ ہو کر گزر جا۔ ان بدنصیب بھیڑوں سے پرہیز کر اور بچ کیونکہ یہ اوندھی اور حماقت کی چال میں پڑا ہوا ہے۔ اس کا جام موت کے زہر سے بھرا ہوا ہے۔ حافظ شیرازی جو اسلام کے عظیم مصلحین میں سے ہیں ان کو اقبال غیروں کے سامنے اس طرح ذلیل کر رہا ہے اقبال صاحب نے پہلے اکبر الہ آبادی،، کا تعزیت نامہ پیام مشرق میں چھاپا تھا پھر اس لیے نکال دیا کہ حضرت اکبر الہ آبادی علماء کے ہم شکل اور صوفیاء کے ہمنوا اور مدح سرا تھے دباقیات اقبال ۳۳۹) اسرار خودی ص ۷۹ پر ہے۔ ؎

واعظاں ہم صوفیاں منصب پرست — اعتبار ملت بیضا شکست
واعظ ما چشم بر بُت خانہ دوخت — مفتیِ دینِ مبین فتویٰ فروخت

ترجمہ :۔ واعظ اور صوفی سب کرسی اور نوکری کے اور عزت کے بچاری ہیں ملت بیضا کا اعتماد توڑ دیا۔ ہمارے واعظ نے بت خانے پر نگاہیں ہی ہیں دین مبین کے مفتی نے جھوٹے فتوے دے کر دولت خریدی۔ یہ اشعار حقیقت کے بالکل خلاف اس لیے کہ علماء ربانی کبھی نہ بکے نہ جھوٹے فتوے بیچے ہاں جھوٹوں نے لبادہ علماء بہت دفعہ پہنا مگر ذی عقل نے ایسے بہروپیوں سے کبھی دھوکا نہ کھایا مگر اقبال کی نظریں تو سب ہی یکساں ہیں جاوید نامہ ص ۸۷ پر ہے ؎

دینِ حق از کافری رسوا تر است — زانکہ مُلّا مومنِ کافر گر است!
بے نصیب از حکمت دین نبی — آسمانش تیرہ از بے کوکبی!
کم نگاہ و کور ذوق و ہرزہ گو — ملت از قالَ اَقولُ فرو فرو!
مکتبِ و مُلّا کہ اَسرارِ کتاب — کور مادر زاد و نور آفتاب
دین کافر فکرِ تدبیرِ جہاد — دین مُلّا فی سبیل اللہ فساد

ترجمہ :۔ اسلام کافری سے زیادہ ذلیل ہے۔ اس وجہ سے کہ مُلّا مولوی مومنوں کو کافر بتا رہا ہے۔ نبی کے دین کی حکمت سے بے نصیب ہے۔ اس کا آسمان تاریک ہے۔ کیونکہ وہاں ہدایت کا کوئی ستارہ نہیں۔ کم نگاہ اور اندھی طبیعت والا اور بکواسیں کرنے والا۔ ملت اسلامی اس کی شرح اور فقہ کے قالَ اَقولُ

سے ٹکڑے ٹکڑے ہے۔
دینی مدرسہ اور مولوی اور کتاب اللہ کے اسرار ایسے ہی ہیں جیسے پیدائشی اندھے کے سامنے نور آفتاب۔ دین کافر اچھا ہے جو اللہ کے لیے جہاد کرنے کی تدبیر کے فکر میں ہے لیکن مُلا کا دین اس طرح کا مقابلہ کر کے اللہ کے راستے میں فساد ہے۔ یہ تو اقبال کے اشعار تھے جن میں علماء صوفیاء مدارس دینی مسلم قوم۔ فقہ۔ اور دینی تعلیم کو اقبال نے سبّ و شتم کیا اب نثریات اقبال ملاحظہ ہوں۔ کتاب اقبال اور کشمیر مصنف جگن ناتھ آزاد ص ۱۱۶۔ اقبال کا خط بنام محمد الدین فوق از لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۶۵ء کچھ مضمون یہ ہے۔ کیا یہ وہ تصوّف ہے۔ اور وحدۃ الوجود کا مشرکانہ عقیدہ ہے۔ جس پر خواجہ حسن نظامی اور میاں میر وغیرہ کو ناز ہے۔ یہی ان لوگوں کی گھٹیا طریقت ہے۔ میں آئندہ بتاؤں گا کہ تصوّف کہاں سے آیا۔ ۴۶ پر دوسرا خط از لاہور آٹھ جون ۱۹۱۷ء کچھ مضمون یہ ہے۔ عربی اسلام ہندوستان میں ایک فراموش شدہ چیز ہے ص ۱۲۲ پر ہے ۴ اکتوبر ۱۹۱۵ء ایک تیسرا خط۔ کچھ مضمون اس طرح ہے۔ مثنوی حصہ اول میں تصوّف کی خرابیاں لکھ دی گئی ہیں۔ لیکن دوسرے حصہ میں بتاؤں گا کہ تصوّف کیا ہے اور کہاں سے آیا۔ یہ وہ اسلام نہیں جو نبی کریم کے منہ سے ظاہر اور شائع ہوا۔ کتاب فکر اقبال مصنف سردار احمد بیگ ص ۴۴۔ اقبال کے ایک اخباری مضمون کا کچھ حصہ۔ تصوّف اور وحدتِ وجود خودی کی موت ہے۔ اس لیے کفر ہے۔ اس جگہ یہ شعر اقبال کا درج ہے ؎

منکرِ حق نزدِ مُلا کافر است　　منکرِ خود نزدِ من کافر تر است

ترجمہ:۔ مولوی کے نزدیک اللہ کا منکر کافر ہے۔ لیکن میرے نزدیک خودی کا منکر زیادہ کافر ہے۔ یعنی اقبال کے نزدیک اللہ کا منکر زیادہ کافر نہیں۔ کتاب روح اسلام اقبال کی نظر میں۔ مصنف ڈاکٹر غلام عمر خان۔ ناشر نیشنل بکڈپو حیدر آباد دکن ص ۱۲ پر اقبال کے اخباری مضمون کا کچھ حصہ عہد راشدین کے بعد منکشف بن اسلام کی نظروں سے اسلام پوشیدہ رہا اسلام کو صحیح کسی نے نہ سمجھا۔ گویا کہ امام اعظم۔ غوث اعظم جیسی بزرگ ترین ہستیوں نے بھی اقبال کے

خیالات میں اسلام کو نہ سمجھا ص ۱۲ پر ہے۔ اسلام کی مروّجہ تعبیر و تفسیر میں اسلام کی حقیقی روح مفقود ہے۔ اسلام کی موجودہ حالت مسخ اور مسخ شدہ ہے۔ یہ تھے کچھ اقبال کے نثری مضامین۔ یہی آج کا پرویز کہتا ہے کہ صوفی و مُلا کا اسلام صحیح نہیں پرویز نے بھی اپنی کتاب تصوّف کی حقیقت میں لکھا ہے کہ تصوّف نے روحِ اسلام کو مسخ کیا۔ جس خودی میں اقبال بھٹک رہا ہے وہی خودی، زرتشت اور نطشے کی ہے۔ گویا کہ اقبال۔ زرتشت۔ نطشے۔ پرویز۔ سب ایک ہی شکلیں ہیں ص ۱۲۸ پر ہے۔ اقبال لکھتے ہیں۔ محی الدین ابن عربی کا تصوّف اور فصوص الحکم کے اسباق نقصان دِہ ہیں۔ اور کفر کی طرح نقصان دہ۔ اور اسلام کے خلاف ص ۲۹ ا پر ہے تمام صوفیاءِ اسلام کا تصوّف غیر اسلام ہے۔ اسلام میں تصوّف اجنبی ہے ص ۱۳۰ پر ہے اقبال تصوف کے قائل ہیں مگر اسلام میں مروّجہ تصوّف کے خلاف ہیں ص ۱۳۱ پر ہے تصوّف بدقسمت نام ہے۔ اسلامی تصوّف اور خانقاہیت روباہیت (یعنی مکاری دغابازی) ہے ص ۱۳۲ پر ہے صوفیاء اسلام نے جس مسلک اسلام کی تلقین کی ہے۔ اور جس کے نمونے خود ان کی زندگیاں ہیں وہ بدھ مت سے زیادہ قریب ہیں (نعوذ باللہ) ص ۱۳۹ پر اقبال کا ایک دراز مضمون ہے۔ جس کے چیدہ چیدہ نکات نمبرا مسلک تصوف نے اسلام کو نقصان پہنچایا ۲ گوش و چشم کو بند کرنا اور چشم باطن پر زور دینا ایک بیکار ولا حاصل فعل ہے۔ ۳ کرامتیں غلط ہیں۔ ۴ نطشے اور رومی کا ایک مسلک ہے۔ ۵ ص ۱۴۶ پر ہے۔ اسلام کی نمازیں بے جان۔ ورد و وظائف نے اسلام کی روح قبض کر لی۔ خانقاہیت مکر کا جال ہے۔ روباہیت ہے۔ مسلم قوم کی پسماندگی کا سبب سائنسی علوم نہ سیکھنا اور تصوّف میں گھس جانا۔ (یعنی مسجدوں اور خانقاہوں میں جانا) یہی قوم کی تباہی اور پسماندگی ہے۔ ۷ ص ۱۴۸ اقبال کی روح صوفی و مُلا کے اسلام سے بغاوت کرتی ہے۔ ص ۱۵۲ پر ہے صوفی و مُلا کا اسلام شیطانی اور ابلیسی ہے۔ ص ۱۵۴ پر بالِ جبریل کے شعر ہیں۔ کہ ابلیس اپنے شاگردوں سے کہتا ہے۔ ان مسلمانوں کو سے

مست رکھو ذکر و فکر و صبح گاہی میں اسے پختہ تر کر دو مزاجِ خانقاہی سے اسے

گویا کہ اقبال کے نزدیک اولیاء اللہ اور مسلمانوں کا صبح اور تہجد کا ذکر و فکر۔ اور خانقاہوں میں بیٹھ کر عبادت الٰہی کرنا شیطان کی تعلیم ہے۔ اور ابلیس کا حکم اور وسوسہ ہے واہ واہ کیا الٹی گنگا ہے۔ جو باتیں اقبال کے کلام سے ظاہر ہو رہی ہیں بالکل وہی باتیں اکبر بادشاہ کے دین الٰہی کے عقائد میں تھیں۔ اکبر بادشاہ بھی علماء حق اور اولیاء کا دشمن فقہ احادیث و تفسیر کا مخالف اور دنیوی علوم نجوم فلکیات و طب کا حامی بالکل اسی روپ میں اقبال ہے۔ آج کے دور کے لوگ دل کو تسلی دینے کی غرض سے کہہ دیتے ہیں کہ اقبال نے ہم کو برا نہیں کہا بلکہ علماء سوء۔ اور غلط صوفیوں کو برا کہا ہے سنی یہ کہہ کر خوشیاں منا لیتے ہیں کہ اقبال نے وہابیوں کو برا کہا ہے اور وہابی یہ سمجھ کر دل بہلا وا کر لیتے ہیں کہ بریلویوں کو برا کہا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اقبال نے سب کو برا کہا۔ اقبال کسی کا مخلص نہیں۔ اقبال کے نظریات کے مخالف ہو کر کوئی عالم صوفی عام مسلمان وہابی سنی۔ دیوبندی۔ یہاں تک کہ نماز۔ سجدے۔ وِرد۔ اور مدرسے خانقاہیں سب بری۔ لیکن اقبال کا ہمنوا وہابی بھی اقبال کا پیارا۔ چنانچہ کتاب اقبال اور کشمیر ص ۲۰۳ پر ہے۔ اقبال انور شاہ کشمیری کے بہت مداح تھے۔ اس کو ملّا زادہ ضیغم لولابی (علاقۂ لولاب کا جوان شیر) کا لقب دیا۔ اسی کتاب کے ص ۶۹ پر ہے۔ اقبال نے ۱۹ دسمبر ۱۹۲۲ء کو ایک خط بنام فوق از لاہور لکھا جس کا کچھ مضمون اس طرح ہے۔ مولوی عبداللہ غزنوی مرد مجاہد ہے۔ اسلام کا منعکس ہے۔ توحید و سنت کا علمبردار ہے۔ ساری عمر بدعت کے خلاف جہاد کیا (یہ خط بحوالہ کتاب انوارِ اقبال سے درج ہے) حالانکہ عبداللہ غزنوی نبی کریم رؤف و رحیم صلے اللہ علیہ وسلم کا سخت ترین دشمن اور گستاخ وہابی تھا۔ کشمیر میں سب سے پہلا گستاخ رسولِ پاک بھی گزرا ہے اگر اقبال صرف علماء سوء کے ہی مخالف ہوتے تو چاہیئے تھا کہ سچے اور حق پرست علماء کی شان بھی بیان کرتے۔ کیا اقبال کو دامن اسلام میں۔ امام اعظم۔ امام احمد بن حنبل۔ امام مالک۔ امام شافعی جیسے مجاہدین اور غیرت ایمانی والے یہ ائمہ بادشاہوں سے ٹکرا جانے والے یہ سنگلاخ قلعے۔ اور غوث اعظم۔ خواجہ نقش بند جیسے سدا بہار پھول نظر نہ آئے۔

یا کم از کم اپنے دور کے مجاہدین۔ امام فضل حق خیر آبادی۔ امیر ملت حضرت اعلیٰ گولڑوی
یا مجدد بریلوی جیسے غیرتِ ایمانی والے دکھائی نہ دیئے۔ مگر چونکہ یہ انگریز حکومت
کے مخالف تھے اور نعرۂ حق کے بدلے کالے پانی جزائر انڈیمان کی جیلیں قیدیں
برداشت کرنے والے اسیرانِ باصفا تھے لہٰذا اقبال کی نظرِ تحسین میں کس طرح
آتے اور اقبال صاحب کو "سر" کا خطاب انگریزوں سے کیسے ملتا۔

باطل کی چوتھی نشانی، حضرت اقبال کی نظریاتی تربیت اور ان کے
ہی منظوم کلام سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اقبال احادیث رسول کے خلاف محدثین
کو برا سمجھنے والے ہیں چنانچہ اقبال کی کتاب اسرار خودی ص ۱۴۲ پر ہے ؎

واعظِ دستاں زن افسانہ بند — معنیٔ او پست و حرف او بلند
از خطیب و دیلمی گفتارِ او — با ضعیف و شاذ و مرسل کارِ او
از تلاوت بر تو حق دارد کتاب — تو ازو کامی کہ می خواہی بیاب

ترجمہ:۔ یہ اسلام کے واعظین افسانہ بتانے والے اور عورتوں کی طرح
جھوٹی سچی کہانیاں سنانے والے کہ الفاظ تو بڑے دلچسپ ہیں مگر ان کے معنیٰ
بڑے ہی پست اور چھوٹے ذلیل ہیں۔ محدث خطیب اور محدث دیلمی کی طرف
سے اس کی باتیں ہیں۔ ضعیف اور شاذ اور مرسل حدیثوں میں ہی پھنسا ہوا
اس کا کام ہے۔ حالانکہ تجھے حدیثوں سے کیا کام مسلمان کے لیے تو قرآن ہی
کافی ہے تیرا جو بھی مقصود ہے وہ قرآن سے ہی پالے گا۔ ان حدیثوں کی کیا ضرورت
یہ تھے اقبال کی نظریات احادیثِ رسول اللہ کے بارے میں دوسری جگہ ارشاد
ہے۔ ؎

یہ امت روایات میں کھو گئی — حقیقت خرافات میں کھو گئی

(بالِ جبریل ص ۱۶۷) اس شعر میں روایتوں۔ حدیثوں کو خرافات کہا گیا۔ اور
امت مسلمہ کو احادیث ماننے کا طعنہ دیا گیا ہے کیا اس سے بڑا بھی کوئی ظلم اور
ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلمان ہو کر اپنے آقا رسول پاک کی احادیثِ مطہرات کو
خرافات جیسے بیہودہ لفظ بولے اقبال مسلمان کی جنت کے بھی خلاف ہیں۔
چنانچہ جاوید نامہ ص ۱۳۹ پر ہے۔

جنتِ مُلّا مئے وحور و غلام　　جنت آزادگاں سیر دوام
جنت مُلّا خور وخواب و سرور　　جنتِ عاشق تماشاءِ وجود
حشرِ مُلّا شقِ قبر و بانگِ صور　　عشق شور انگیز خود صبح نشور

ترجمہ ا مولوی کی جنت شراب طہور وحور غلمان ہیں لیکن آزادوں کی جنت یہ نہیں ہے بلکہ دائمی سیر ا مولوی کی جنت ۔جنتی کھانا۔سونا ۔ اورسرور ہے ۔ عاشق کی جنت وجود کا تماشا۔مولوی کا یوم حشر قبروں کا شق ہونا ۔ اور صور اسرافیل کی آواز لیکن عشق کا حشر یہ نہیں اقبال نے یہاں ان عقائد اور حقائق کا انکار کر دیا۔ جن کا ذکر صاف صاف قرآن مجید میں ہے۔ کتنی آسان اور نرم بات ہے کہ مولوی کا نام لیتے جاؤ اور پورے اسلام قرآن کعبے۔ نماز۔ روزے حشر نشر کا انکار کرتے چلے جاؤ اور پھر بھی مسلمان کے مسلمان ہی رہو۔ بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی۔ اقبال تو نبوت کی شان کے بھی منکر ہیں۔ چنانچہ ضرب کلیم ص ۵۶ پر لکھتے ہیں ؎

وہ نبوت ہے مسلماں کے لیے برگِ حشیش　　جس نبوت میں نہیں قوت وشوکت کا پیام

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام مراد ہیں۔ اور ان کی نبوت کو بے قوت یعنی کمزور لاغر بے رونق۔ منحوس نقصان دہ اور برگ حشیش افیم کے پتے کے کفریہ الفاظ کہے گئے ہیں اسی طرح کتاب روح اسلام ص ۱۳۸ پر اقبال کے ایک مضمون میں حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو بزدل اور عورت کہا۔ اور جرمنی شاعر نتشے کافر کی عبارت اپنی تائید میں اس طرح لکھتا ہے اور اس کفریہ عبارت کو تلخ حقیقت کا لقب دیتا ہے۔ بحوالہ نتشے کافر کی عبارت جو اٹے قل وزدم ص ۱۹۷ پر ہے یہ ضروری نہیں کہ ایک انسانِ اعظم مرد بھی ہو سکتا ہے۔ وہ صرف ایک عورت ہو مثلاً یسوع مسیح۔ یہ ہیں اقبال کے خیالات وعقائد اور یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ اسکی بیہودہ خودی جہاں اس کو نظر نہیں آتی بس اسی کا منکر ہے چنانچہ لکھتا ہے۔ بالِ جبریل ص ۱۷ پر ؎

خبر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی　　رہ گئے صوفی وملّا کے غلام اے ساقی

ارمغانِ حجاز ص ۲۶۷ پر ہے۔

تمام عارف و عامی خودی سے بیگانہ　　کوئی بتائے یہ مسجد ہے یا کہ میخانہ

کتاب روح اسلام ص ۱۳۹ پر اقبال کے مضمون میں حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسّلام

کی باتوں کو مکر اور فسوں کہتے ہوئے یہ مصرعہ درج ہے۔ رائے بے قوت ہمہ مکر و فسوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی گستاخی اس طرح کی گئی ہے۔ باقیاتِ اقبال ص ۱۶۴ پر ہے۔

طور پر تو نے جو اے دیدۂ موسیٰ دیکھا   وہی کچھ قیس نے دیکھا پسِ محمل ہوکر

شان کلیمی کی کتنی عظیم بے ادبی ہے کہ کس کو برابر کھڑا کیا گیا ہے۔ یہ تھا اقبال کے ایک سو بارہ اشعار کا مجموعۂ کلام جس میں اقبال نے سب انبیائیات سے دشمنی کا اظہار کیا ہے۔ یہ اقبال کا ایک رخ تھا۔ اب اقبال کا دوسرا رخ محبت۔ پیار، اُلفت دوستی تعظیم و تکریم والا ملاحظہ ہو تاکہ معلوم ہو کہ اقبال کو محبت پیار کس سے ہے۔ مندرجہ بالا سطور میں یہ تو پتہ لگ گیا کہ اقبال کو دشمنی کس کس سے ہے۔

باطل کی پانچویں نشانی: اقبال خود اپنی نظر میں۔ اقبال صاحب بانگ دراص ۵ پر ایک پڑوسی کی باتیں اپنی ایک ۲۷ شعری نظم میں لکھتے ہیں۔ اس میں اس پڑوسی کو عالمِ دین اور پیرِ طریقت ظاہر فرماتے ہیں۔ صرف اس لیے تاکہ علماءِ شریعت اور بزرگانِ طریقت کے خلاف مزید خامہ فرسائی کا موقع مل سکے۔ حالانکہ بھاٹی گیٹ کے دائیں جانب دکانوں کے اوپر بالا خانوں میں کرائے دار پڑوسی نہ کوئی مولوی تھے۔ نہ پیر بلکہ ایک مسلمان باریش معزز پروفیسر تھے۔ عربی کے جیسا کہ کتاب نذر اقبال ص ۴۸ پر مصنف محمد حنیف شاہد نے اسی نظم کی شرح کرتے ہوئے فرمایا۔ اس نظم کے ابتدائی چار شعر اس طرح ہیں۔

اک مولوی صاحب کی سناتا ہوں کہانی   تیزی نہیں منظور طبیعت کی بتانی

شہرہ تھا بہت آپ کی صوفی منشی کا   کرتے تھے ادب ان کا اعالی و معالی

اس نظم میں اقبال صاحب اپنی زبان میں مولوی صاحب کا نقشہ کھینچتے ہیں۔ اور مولوی صاحب کی زبان میں اپنا کھینچتے ہیں۔ مولوی صاحب کی حالت کچھ اس طرح ہے اقبال کی نظر میں مولوی صاحب پڑوسی ہیں۔ بہت مشہور۔ لوگ ان کا ادب کرتے تھے۔ شریعت اور تصوف کو ساتھ ساتھ سمجھتے تھے۔ بہت زاہد تھے اور بہت مغرور تھے۔ خود کو بہت بڑا عالم۔ ہمہ دانی یعنی سب کچھ جاننے کا گمان رکھتے تھے

اپنی کرامتیں بتاتے پھرتے تھے۔ تاکہ مریدوں کی تعداد بڑھے ہر ایک کو شریعت کی راہ بتاتے پھرتے تھے۔ اقبال کے بارے میں مولوی صاحب کے نظریات۔ اقبال شمشادِ معانی کے پھولوں کی بلبل ہے۔ اقبال کی جوانی سحر کی طرح بے داغ ہے۔ رندی بھی جانتا ہے تصوّف میں بھی مہارت ہے اور شریعتِ قرآن و حدیث بھی پوری جانتا ہے۔ لیکن شریعت کا پابند نظر نہیں آتا۔ اقبال ہندو کو کافر نہیں سمجھتا اقبال تفضیلی شیعہ بھی ہے۔ حسن فروشوں سے یعنی رنڈیوں طوائفوں سے شرم و عار نہیں رکھتا۔ رات بھر تلاوت۔ صبح کو گانا مجرا کراتا ہے۔ مذہب کی خاک اڑانا چاہتا ہے۔ اس کو فلسفہ نے بے راہ کیا ہے۔ ہم کو تو اقبال کی سمجھ نہیں کہ یہ کیا چیز ہے۔ مولوی صاحب نے تو شاید اتنی باتیں کی ہوں۔ یا نہ مگر اقبال نے دنیا کو بتا دیا کہ مخالف بھی مجھے میرے علم سے مرعوب ہیں۔ حالانکہ علم شریعت و قرآنی سمجھ کا یہ حال ہے کہ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست مبارک کو اپنا ہاتھ فرمایا۔ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ مگر اقبال اس آیت کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اللہ نے حضرت علی کے متعلق یہ فرمایا۔ چنانچہ اسرار رموز ص ۵۲ پر ہے ؎

مرشدِ حق کرد نامش بوتراب حق یَدُ اللّٰہ خواند در اُمّ الکتاب

ترجمہ: نبی کریم نے علی کا نام بوتراب رکھا اور اللہ نے علی کا نام قرآن مجید میں یَدُ اللّٰہ فرمایا۔ یہ کتنی بڑی ناسمجھی اور اِتّھام بر قرآن اور تشبیہِ رِفض ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔ زبور عجم ص ۷۱ پر ؎

مرا بنگر کہ در ہندوستان دیگر نمی بینی برہمن زادۂ رمز آشنائے روم و تبریز است

ترجمہ: مجھ کو دیکھ کر سارے ہندوستان میں مجھ جیسا کوئی دوسرا عالم فاضل پڑھا لکھا برہمن زادہ اور روم تبریز کی رمز پہچاننے والا نظر نہ آئے گا۔ یہاں اقبال خود کو سب سے بڑا عالم اور رمز آشنا سمجھ رہا ہے اور اپنے برہمن ہونے پر خوش ہو رہے ہیں۔ کتاب اقبال سب کے لیے ص ۸ پر ہے ؎

بیرو مرزا بہ سیاست دل و دیں باختہ اند جز برہمن پسرے محرم اسرار کجا است

ترجمہ: اس وقت دنیا میں صرف برہمن لڑکا یعنی اقبال ہی۔ اسرار الٰہیہ کا محرم یعنی جاننے والا ہے شارحینِ اقبال کہتے ہیں کہ اقبال نے اپنی ایک بیماری سے

مایوس ہو کر یہ شعر کہا جو باقیاتِ اقبال ص ۲۵۵ پر ہے ؎

دِہ مرا فرصتِ ہُوحق دو سہ روزے دگرے　　کہ دریں دیر کہن بندۂ بیدار کجاست

ترجمہ :۔ اے اللہ مجھ کو دو تین دن ہُوحق کرنے کی اور مہلتِ زندگی دے دے کیونکہ اس پرانے بت خانہ دنیا میں بیدار بندہ میرے سوا کہاں ہے۔ ان اشعار سے صاف ظاہر ہے کہ اقبال خود کو دنیا کی اعلیٰ اور افضل ترین انسانیت سمجھتے تھے اور صرف مسلمانوں کے مقابل یعنی مسلمانوں میں ان سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کے غلط اشعار اور برے رویہ اور جذباتی عادت پر کسی بزرگ نے جب بھی نصیحت آمیز سرزنش کی تو نصیحت کرنے والا اقبال کی نظر میں زاہدِ تنگ نظر ہو گیا۔ اور قرآن و حدیث کی روشنی والی مفید ترین نصیحت اور اصلاح زہرِ ہلاہل بن گیا گیا اور بجائے اپنے عظیم محسنوں کی نصیحت پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے عمل کرتے کے اقبال نے غوغا شروع کر دیا کہ ؎

اپنے بھی ہیں بیگانے اور بیگانے بھی ناخوش　　میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند!

اور باقیات اقبال ص ۱۴۲ پر ہے ؎

زاہدِ تنگ نظر نے مجھے کافر جانا　　اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

لیکن میں کہتا ہوں کہ نہ زاہدِ تنگ نظر کا قصور ہے اور نہ کافر کا بلکہ قصور اقبال کی اُس روش کا ہے جس سے دونوں جگہ اعتماد اٹھ گیا۔ ۲۔ اقبال کی انگریز فرنگی اور اُس کی حکومت کے بارے میں کیا رائے ہے۔ چنانچہ یہ تو آپ نے دیکھ لیا کہ اقبال کے دل میں اسلام کی ہر چیز کی کتنی دشمنی ہے۔ اب ذرا فرنگی احترام ملاحظہ ہو۔ باقیاتِ اقبال ص ۹۱ پر ہے۔

وکٹوریہ نمرد کہ نامِ نکو گزاشت　　ہے زندگی یہی جسے پروردگار دے

یعنی اسلامی علماء صوفیاء اولیاء اللہ کی زندگی اقبال کے لیے گردشِ ایام اور نحوست ہے۔ لیکن ملکہ وکٹوریہ کی زندگی خاص عطیۂ الٰہیہ ہے۔ آگے لکھا ہے کہ اقبال نے ملکہ وکٹوریہ کے لیے فاتحہ خوانی کا اہتمام کیا اور ملکہ وکٹوریہ کو مرحومہ کے لقب سے نوازا حالانکہ یہ کام قرآن کریم کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔ اور غیر مسلم کو مرحوم کہنا گناہِ عظیم ہے۔ باقیاتِ اقبال ص ۲۴۱۔ اقبال اپنے نثری مضمون میں بعنوان تسدیۂ تمہیدی

میں ایک فرنگی غیر مسلم انگریز مسٹر سر ولیم جونس کو مرحوم کا لقب دیتا ہے۔ باقیات اقبال ص ۴۰۲ پر ایک مسدس فرنگی برٹش حکومت کی تعریف میں ہے

اسی کے دم سے ہے عزت ہماری قوموں میں — اِسی کے نام سے قائم ہے اعتبار اپنا
اسی سے عہد وفا ہندیوں نے باندھا ہے — اِسی کے خاکِ قدم پر ہے دل نثار اپنا

مقامِ غور ہے کہ جو دل انگریز کی خاکِ قدم پر نثار ہوا اس میں اسلام کی کیا محبت ہو گی۔ باقیات اقبال ص ۳۹۳ پر ہے کہ سر اقبال نے ایک غیر مسلم عیسائی انگریز کے مرنے پر قرآن کی آیت سے تاریخ وفات نکالی لکھا ہے ہے

تا بہ فردوسِ بریں ماویٰ گرفت — گفت ہاتف ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْم

اس انگریز کا نام۔ ڈاکٹر ای جی براؤن تھا۔ یہ تو انگریز کی وہ تعظیم تھی جو زبان اشعار میں ہوئی۔ لیکن انگریز اور انگریزی تہذیب انگریزی معاشرے کی جو اقبال کی تعلیم شکل وصورت سے ظاہر اس کا منکر کون ہو سکتا ہے۔ باقیات اقبال ص ۱۲۱ پر اور کشمیر اور اقبال مصنف جگن ناتھ آزاد ص ۷۵ پر اقبال کے ایک خط میں اس طرح لکھا ہے کہ لندن جاتے ہوئے سویز کے بندرگاہ پر سویزی مسلمانوں نے اس کی شکل اور لباس دیکھ کر اس کو مسلمان ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ جب اقبال نے کچھ آیتیں پڑھ کر سنائیں تو مسلمان تسلیم کر لیا مگر لعن طعن خوب کی اور اقبال کو سمجھایا کہ کم از کم ترکی ٹوپی ہی مسلمانوں جیسی پہن لیتے۔ جس سے اقبال لا جواب ہو گئے اور ہنس کر چپ ہو رہے۔ اور یہ تو آپ پڑھ ہی چکے تھے کہ دہلی دروازہ لاہور کے ایک مولوی صاحب نے انگریزی زبان کے خلاف کچھ بات کی تو اقبال کا پارہ کتنا چڑھ گیا۔ اور عالمِ دین کو کتنا سخت سست کہا۔

۳۔ اقبال کے دل میں ہندو غیر مسلم کی عظمت :

بانگ درا ص ۱۱۷ پر ہے ہے

شانِ کرم پہ ہے مدار عشق گرہ کشائے کا — دیر و حرم کی قید کیا جس کو وہ بے نیاز دے

مطلب بے نیاز جس کو چاہے اپنے قرب اور ولایت سے نواز دے خواہ وہ مندر کا ہندو ہو۔ غیر مسلم ہو۔ خواہ وہ کعبہ کا رہنے والا ہو۔ صرف کعبے کی خصوصیت

نہیں ۔یعنی مسلمان ہونا۔ اللہ کی محبت کے لیے ضروری نہیں۔ ہندوؤں سے بھی رب تعالیٰ اتنی ہی محبت کرتا ہے۔ جتنی مسلمان سے صرف اس کے کرم کی بات ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہندو پہ کرم ہو جائے مسلمان پہ نہ ہو گویا اقبال مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لیے راستہ ہموار کر رہے ہیں۔ یہ شعر قرآن مجید کے بالکل خلاف ہے کیونکہ اس شعر میں یہ بتایا گیا ہے کہ عشق و معرفت اور تجلیات کے لیے کعبے میں جانے کی ضرورت نہیں نہ دامنِ مصطفیٰ کی حاجت۔ بانگِ دراص ۱۱۸ پر پنڈت سوامی رام تیرتھ کی ثنا خوانی چھ اشعار کی نظم کے دو شعر اس طرح ہیں ؎

ہم بغل دریا سے ہے اے قطرہ بیتاب تو پہلے گوہر تھا بنا اب گوہرِ نایاب تو!
آہ کھولا کس ادا سے تونے رازِ رنگ و بو میں ابھی تک ہوں اسیرِ امتیازِ رنگ و بو

مطلب۔ اے پنڈت سوامی رام تو معرفتِ الٰہی کے دریا سے بیتاب قطرے کی طرح جڑا ہوا ہے۔ پہلے تو قیمتی موتی تھا۔ مگر اب نایاب بے مثل موتی ہے۔ تونے ہی دنیا و آخرت کے راز کو کھولا میں مسلمان تو ابھی تک فرق کو ہی نہ سمجھ سکے یہ وہی قلم ہے جو ابھی ابھی علماء صوفیاء کو جاہل بے نصیب کہہ چکا ہے۔ اور نبوت تک کی گستاخی کر چکا ہے۔ اور ان کے مقابل خود کو محرمِ راز بندۂ بیدار کہہ چکا ہے۔
بانگ دراص ۱۹۵ پر ہے ؎ رام چندر کی تعریف

لبریز ہے شرابِ حقیقت سے جامِ ہند سب فلسفی ہیں خطۂ مغرب کے رامِ ہند
یہ ہندوؤں کے فکرِ فلک رَس کا ہے اثر رِفعت میں آسمان سے بھی اونچا ہے بامِ ہند
اس دیس میں ہوئے ہیں ہزاروں مَلک سرشت
مشہور جن کے دم سے ہے دنیا میں نامِ ہند
ہے رام کے وجود پہ ہندوستان کو ناز اہلِ نظر سمجھتے ہیں اس کو امامِ ہند
تلوار کا دھنی تھا شجاعت میں فرد تھا۔ پاکیزگی میں جوشِ محبت میں فرد تھا

اقبال کا قلم جو حضرت عیسیٰؑ کی ذات پر حملہ کر چکا ہے اور آپ کے لیے لفظِ عورت کمزور دل کہہ چکا ہے۔ رام چندر کی کس طرح ثنا خوانی کر رہا ہے باقیات اقبال ص ۴۶۶ پر گاندھی جیسے مسلم کش ہندو کی تعریف ہے پوری ایک نظم کا ایک

شعر ؎

مردِ میداں گاندھیِ درویش خو — اور کونسل کے پیکر مالوی!

دوسری نظم کا ایک شعر ؎

بولا یہ سن کے بات کمالِ وقار سے — وہ مردِ پختہ کار و حق اندیش و باصفا

مطلب یعنی گاندھی باوقار۔ پکے اور مضبوط کام والا۔ اللہ کی باتیں سوچنے والا۔ باصفا روشن دل والا۔ مردِ میدان۔ درویشی کی عادت والا۔ جاوید نامہ ص ۱۹۷ پر ہے برتری ہری پنڈت کی تعریف اور ثنا خوانی ہوتی ہے ؎

زیرِ لب خندید پیرِ پاک زاد — گفت اے جادوگر ہندی نژاد
آں نوا پرداز ہندی را نگر — شبنم از فیضِ نگاہِ او گہر
نکتہ آرائے کہ نامش برتری ست — فطرتِ او چوں سحابِ آذری ست
کارگاہِ زندگی را محرم است — او جم است و شعر او جامِ جم است
ما بہ تعظیم ہنر برخاستیم — باز یادے صحبتے آراستیم!

مطلب اقبال پیرِ پاک زاد رومی کو عالمِ تصور میں عقیدت مندوں کی حیثیت سے پنڈت برتری ہری کے دربار میں لے جاتا ہے۔ برتری ہری کی شان ہے کہ ہندی نسل سے ہے۔ اس کی ہر ادا گویا جادو ہے۔ اس کی نگاہ فیض سے شبنم بھی موتی ہے۔ معرفت کے نکتے سجانے والا برتری اس کا نام ہے۔ اس کی فطرت شاندار آذری بادل کی طرح زمانے پر چھائی ہوئی۔ کارخانہ قدرت کا محرم راز ہے۔ وہ خود زمانے کا جمشید ہے۔ اور اس کا کلام معرفت کی شراب ہے۔ ہم دونوں (یعنی اقبال اور رومی) اس سراپا ہنر کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور پھر کچھ دیر اس کے ساتھ محفل سجائی ہم نے۔ یہ تھا اقبال کا پیشوا پنڈت برتری ہری۔ یہ تھا اقبال کا اصل پیر۔ رومی کو پیر کہہ کر تو صرف مسلمانی کا بھرم رکھا ہے۔ اور معترضین کا منہ بند کیا ہے۔ بالکل اسی طرح جاوید نامہ ص ۲۲ پر ایک عارف ہندی المعروف جہاں دوست کی بے حد مدح و ثنا کی گئی ہے۔ اور مولائے رومی کو عارف ہندی کے حضور پیش کیا گیا ہے۔ یہ عارف ہندی نژاد کون ہے! چنانچہ کتاب اقبال سب کے لیے ص ۴۹۱ مصنف لکھتے ہیں کہ عارف ہندی سے

شیوجی مہاراج مراد لیتے ہیں۔ ایک اور شارح اقبالیات جگن ناتھ آزاد ہندو اپنی کتاب اقبال اور اس کا عہد ص .. اپر یہی لکھتا ہے۔ کتاب قرآن اور اقبال ص ۴۰ پر ہے۔ رام کرشنا ہندو بہت باعزت وعظمت صوفی ہے۔ یہ تو آپ نے پہلے سن ہی لیا کہ اقبال کوہ ہمالیہ کی ندی کی اس طرح تعریف کر رہے ہیں کہ حوض کوثر کی گستاخی ہو رہی ہے معلوم ہونا چاہیئے کہ اس ندی کا نام گنگا ہے چنانچہ کتاب مطالعہ اقبال ص ۱۴۹ مصنف گوہر نوشاہی پر اس طرح لکھا ہے۔ کتاب اقبال اور کشمیر (جگن ناتھ) ص ۱۹۲ پر ہے۔ بحوالہ تقریر شیخ عبد اللہ۔ اقبال گیتا اور قرآن کو ایک جیسا سمجھتے تھے اور ہندو مسلم کو ایک نظر دیکھتے تھے۔ پیام مشرق ص ۷ پر ہے ؎

خدائے ما کہ خود صورت گری کرد بتے را سجدۂ از قدسیاں خاست

مطلب: یعنی ہندوؤں کی بت سازی اور بت پرستی بری نہیں ہے کیونکہ ہمارے اللہ نے خود بت بنا کر فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ تو اگر پنڈت یا برہمن نے بت بنا کر ہندوؤں کو سجدے کا حکم دیا تو برا کیوں ہوگا۔ باقیات اقبال ص ۱۲۴ پر ہے اقبال کا شذرہ تمہیدی، نثر۔ اقبال کا مضمون جس کا خلاصہ ہے۔ وید بہت اچھی کتاب ہے اے مسلمان اگر تو روحانی پاکیزگی حاصل کرنا چاہتا ہے تو وید کو پڑھ۔ کیونکہ انسان کے روحانی نمو کی ابتدائی مراحل کا اسی سے پتہ لگتا ہے۔ اس شذرے میں اقبال وید کی فصاحت وبلاغت کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ اس کے الفاظ دل نشین اور قدرتی ترتیب سے ہیں۔ یعنی یہ بھی خدائی کلام ہے۔ معاذ اللہ وید کے لفظوں کا ترجمہ کر کے لکھتا ہے کہ دیوتا نورانی مخلوق ہے۔ آخر میں لکھا ہے کہ ہند و مذہب کو مشرک نہیں کہنا چاہیئے باقیات اقبال ص ۲۲۱ پر اقبال وید منتر کا ایک منظوم ترجمہ کر کے پڑھا رہے ہیں۔ اور وید و گیتا کی بہت عظمت کا ذکر ہے تاکہ مسلمان صرف قرآن مجید کا ہی احترام نہ کریں وید سے بھی محبت کریں باقیات اقبال ص ۳۳۹ پر اقبال مسلمانوں کو منزل دکھاتے ہیں۔ اور ہندو سے اتحاد کا سبق پڑھا رہے ہیں۔ لکھتے ہیں اے مسلمان تیرا حلیہ یہ ہونا چاہیئے کہ ؎

زنار ہو گلے میں تسبیح ہاتھ میں ہو یعنی صنم کدے میں شانِ حرم دکھا دیں
مندر میں ہو بلانا جس دم پجاریوں کا آوازۂ اذاں کو ناقوس میں ملا دیں

ان باتوں کا جواب میں اقبال سے اس کی ہی زبان میں پوچھتا ہوں۔ مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟ اب صاف ظاہر ہو گیا کہ اقبال کو علماء صوفیاء کے خلاف اتنی شدت سے دشمنی کیوں ہے؟ اقبال مسلمان کا حلیہ اور تہذیبِ اسلامی بدل کر قوم مسلم کو دینی مسجدوں مدرسوں۔ خانقاہوں سے ہٹا کر مندروں میں لے جانا چاہتے ہیں اور حکم ہے کہ مسلم قوم پجاریوں کو مندر میں بلائیں۔ تو اذان کو ناقوس کے مشابہ کر دیں۔ ہندو قوم کو مسلمان کا حلیہ اور مسجد کا راستہ نہیں دکھایا۔ باقیات اقبال ص ۲۹۴ ہندوؤں پنڈتوں کی مدح و ثنا کے بعد گوتم بدھ کی ثنا کرتا ہے۔ ؎

ہاں سلامِ آخری اے مولدِ گوتم تجھے اب فضا تیری نظر آتی نہیں ہے سازگار

لندن جاتے ہوئے ہندوستان کو سلام ہو رہا ہے۔ اور گوتم کے وطن ہونے کی بناء پر ہند کی یہ تعظیم ہے۔ بانگ درا ص ۲۷۰ پر آٹھ شعروں کی نظم میں گوتم بدھ اور گرونانک کی تعریف کرتا ہے۔ آخری شعر ہے ؎

پھر اٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے ہند کو اک مردِ کامل نے جگایا خواب سے

یہ ہے اقبال کا مردِ کامل غیر مسلم نانک۔ اس نظم میں گرونانک کو نور ابراہیم کا لقب دیا گیا ہے۔ (معاذ اللہ) باقیات اقبال ص ۲۷۵ پر گرونانک کی اس طرح ثنا خوانی ہے ؎

تیرے پیمانے میں اے ساقی شراب ناب تھی
تیری شخصیت نے کھینچا ہر دلِ آگاہ کو
ہند کے بت خانے میں کعبے کا تو معمار تھا کتنا باطل سوز تیرا شعلۂ گفتار تھا!

مطلب۔ یعنی گرونانک مثلِ ابراہیم کعبے کا معمار ہے اور سارے سکھ لوگ مرد آگاہ زندہ دل ہیں۔ بدنصیب تو صرف مسلمان ہی ہیں۔ بانگ درا ص ۲۸۲ پر سات شعروں میں شیکسپیر کی ثنا خوانی کی ہے۔ اس کے چار شعر اس طرح ہیں۔ ؎

تجھ کو جب دیدۂ دیدار طلب نے ڈھونڈا تابِ خورشید میں خورشید کو پنہاں دیکھا
چشم عالم سے تو ہستی تری مستور رہی اور عالم کو تیری آنکھ سے عریاں دیکھا
حفظ اسرار کا فطرت کو ہے سودا ایسا راز داں پھر نہ کرے گی کوئی پیدا ایسا

مطلب۔ شیکسپیر کے سینہ بے مثل اور تابندہ میں ایک سورج پوشیدہ ہے تو نے

ساری کائنات کو دیکھا مگر کسی میں تجھے دیکھنے کی مجال نہیں۔ اللہ کو اپنے بھید چھپانے کے لیے امانت شیکسپیر کے پاس رکھنی پڑی۔ ایسا راز دار الٰہی نہ پیدا ہوا نہ ہو گا پیام مشرق ص ۱۸۴ پر ہے۔ گوئٹے غیر مسلم اور اس کی شہر کی عظمت ؎

صبا بہ گلشنِ ویمر سلامِ ما برساں کہ چشم نکتہ وراں خاکِ آں دیار افروخت

ترجمہ:۔ اے باد صبا گوئٹے کے شہر ویمر کے چمنستان میں ہمارا سلام پہنچا دے کیونکہ اس شہر کی خاک نے بڑے بڑے نکتہ دروں کی آنکھوں کو روشن کر دیا۔ اقبال کی دورنگی تو دیکھئے کہ کبھی خاکِ مدینہ و نجف کی تعریف کرتا ہے۔ کبھی اس کی دشمن خاکِ ویمر کی پیام مشرق ۲۴۰ پر ہے۔ حکیم آئن سٹائن یہودی غیر مسلم کی چھ شعری نظم میں مدحت سرائی ہے۔ آخری شعر اس طرح ہے ؎

من چہ گویم از مقامِ آں حکیم نکتہ سنج کردہ زردتشتے ز نسلِ موسیٰ وہاروں ظہور

ترجمہ:۔ میں کم عقل اور کم علم بھلا اس حکیم نکتہ ور کا مقام کیا بیان کر سکتا ہوں بس اتنا سمجھ لو کہ نسل موسیٰ وہارون علیہم السلام سے ایک شاندار نیا زردشت پیدا ہو گیا۔ زردشت ایک بڑا کافر گزرا ہے۔ بال جبریل ص ۱۴۴ پر لینن کی تعریف میں دس اشعار ہیں۔ جس میں لینن کو محسنِ انسانیت غریب مزدور کا ہمدرد، غمگسار۔ نجات دہندہ بنایا گیا ہے حالانکہ لینن یہودی نسل سے تھا۔ اسلام کا بڑا دشمن مزدوروں کو چور ڈاکو بنانے والا سوشلزم کا بانی۔ بال جبریل ص ۲۰۱ پر نپولین کی شان بیان ہوئی اور اس کی قبر کو مزار مقدس کا لقب دیا گیا ہے۔ بال جبریل ص ۲۰۲ پر سات شعری نظم میں ایک متعصب کافر مسولینی کی خوب شان بیان کی گئی اور اس کو قدرت کا نمونہ کہا گیا ہے۔ ایک عورت گزری ہے قرۃ العین طاہرہ مریدہ تھی۔ علی محمد باب کی پھر مریدہ بنی اس کے مرید بہاء اللہ کی یہ بانیِ بہائی مذہب ہے۔ بہاؤ اللہ نے نیا دین نیا قرآن بنایا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں صرف سات مربی پیدا ہوئے نمبر ۱ آدم نمبر ۲ ابراہیم نمبر ۳ نوح نمبر ۴ موسیٰ نمبر ۵ عیسیٰ نمبر ۶ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نمبر ۷ سب سے بڑا بہاؤ اللہ (معاذ اللہ) بہاؤ اللہ نے پہلے مہدیت پھر نبوت پھر خدائی کا دعویٰ کیا۔ جب اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تو قرۃ العین طاہرہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ (بحوالہ نمبر ۱ مطالب ضرب کلیم ۲ ائمہ تلبیس نمبر ۳ مذاہب اسلام نمبر ۴)

جاوید نامہ) اس غیر مسلمہ قرۃ العین کی اقبال بہت تعریف کرتے ہیں۔ چنانچہ جاوید نامہ ص ۱۲۳ تا ۱۲۵ پر ہے۔ ؎

پیشِ خود دیدم سہ روحِ پاک باز — آتش اندر سینہ شاں گیتی گداز!

غالب و حلاج و خاتونِ عجم! — شورہا افگندہ در جانِ حرم!

این نواہا روح را بخشند ثبات — گرمیِ اُو از درونِ کائنات!

ترجمہ:۔ سیر ملکوتی میں میں نے آسمانوں پر تین روحیں دیکھیں جن کی سینے کی آتشِ معرفت یا آتشِ عشق نے ساری زمین کو پگھلایا ہوا ہے۔ وہ روحیں غالب شاعر ۲ منصور حلاج ۳ عجم کی خاتون یعنی قرۃ العین طاہرہ ان کی رونقوں نے کعبۂ حرم کو خوب صورتی بخشی۔ ان کے ذکر کی آوازوں نے روح کو بقا عطا کی ان کی گرمیِ عشق کی آواز کائنات کے اندر ہے۔ یہ تھی اقبال صاحب کی باطل نوازی اور غیر مسلم دوستی محبت جس میں غور و فکر سے بُطلان کی پانچویں نشانی بخوبی ظاہر ہوتی ہے اب دیکھئے باطل کی چھٹی نشانی موسلینی اقبال سے بہت محبت کرتا تھا جب اقبال دوبارہ لندن جانے لگے تو موسلینی نے استقبال کی تیاریاں کی تھیں۔ مگر سفر اقبال ملتوی ہو گیا۔ کتاب اقبال اور کشمیر، مؤلف جگن ناتھ آزاد ص ۱۲ اقبال کے جگری دوست اور خاص مداح (۱) جگن ناتھ (۲) رام چندر دہلوی ہندو مناظر بحوالہ مشاہیر کشمیر ۳ نمبر امدح خوان دوست مالک رام۔ اقبال اور کشمیر کے ص ۴۳ پر ہے۔ کہ ہندو اقبال سے اتنے خوش اور اتنے گہرے دوست تھے کہ جب اقبال نے ترانۂ ہند کے بعد ترانہ ملی لکھا تو ہندوؤں کو اقبال پر بہت غصہ آیا۔ اور ہندو شاعروں نے اقبال کے خلاف غصہ اور رنج ظاہر کرتے ہوئے بڑی بڑی نظمیں لکھیں جن کے کچھ شعر اس طرح ہیں ؎

ہندی ہوتے پر ناز جسے کل تک تھا حجازی بن بیٹھا

اپنی محفل کا رند پرانا آج نمازی بن بیٹھا

(پنڈت آنند نرائن) اقبال اور کشمیر ص ۵۱ پر ہے۔ کہ ہندوؤں اور برہمنوں کو اقبال پر بڑا ناز تھا اور فخر تھا کیونکہ اقبال برہمن اور مذہب کا خیر خواہ تھا چنانچہ روزنامہ احسان الٰہی کا اقبال نمبر ۲۷ جون ۱۹۳۸ء میں رام چندر دہلوی مناظرِ

ہند پنڈت لکھتا ہے کہ الیشوری گیان اور کلامِ ربانی کو برہمن زادہ ہی سمجھ سکتا ہے۔ اس میں کیا راز پنہاں ہے۔ یہی کہ اقبال کشمیری کشمیری پنڈت تھے۔ ہزاروں برس تک ان کے آباؤ اجداد نے روحانیت کی تربیت کے بعد اقبال کو بتایا۔ یہ رام چندر جو اقبال کی اندرونی تصویر ہی پیش کر رہا ہے۔ اسلام کا سخت دشمن تھا۔ قرآن مجید اور نبی پاک کا گستاخ سارے مسلمانوں کے خون کا پیاسا مگر اقبال اس کا اور وہ اقبال کا سچا گہرا دوست تھا۔ اقبال اور کشمیر ص ۱۲۱/ اقبال کی مسلم ہندو اتحاد کی تربیت کا نتیجہ یہ تھا کہ اُس کے اپنے وطن کشمیر کے مسلمان اقبال پر اعتماد نہ کرتے تھے خود اقبال بحیثیت وکیل کے ایک مقدمہ قتل کی بابت منشی سراج کو ایک خط لکھتے ہیں جس کی آخری سطور اس طرح ہیں ڈیئر منشی صاحب (الخ) چونکہ کشمیر میں یہ معاملہ ہندو مسلمان سوال بن گیا ہے۔ اس واسطے ممکن ہے رحمان راہ کے وارثوں کو یہ خیال ہو کہ گورنمنٹ آف انڈیا کا قانونی ممبر (اقبال) بھی تو ایک کشمیری پنڈت ہے۔ اور مجھ پر اعتماد نہ کریں۔ (الخ) جب اقبال کے متعلق ہندو نوازی کا خیال زیادہ بڑھا تو ان باتوں کے پیش نظر اقبال نے اپنی صفائی کے طور پر کچھ نظمیں لکھ کر اخبار کشمیر گزٹ اور کشمیر میگزین میں شائع کرائے تھے جن میں سے کچھ یہ ہیں ؎

بت پرستی کو میرے پیشِ نظر لاتی ہے ۔۔۔ یادِ ایامِ گذشتہ مجھے شرماتی ہے

ہے جو پیشانی پہ اسلام کا ٹیکہ اقبال ۔۔۔ کوئی پنڈت مجھے کہتا ہے تو شرم آتی ہے

خلاصہ کلام یہ کہ یہ جتنا مضمون لکھا گیا ہے سب کا سب اقبال کی اپنی کتب اور خاص اقبال کے نظم و نثر اور خطوط سے لکھا گیا ہے یا اقبال کے مداحین شارحین کی کتب سے ہے۔ بحوالہ نام بنام درج ہیں سب کتب مارکیٹ میں دستیاب ہیں میں نے اپنے پاس سے کچھ زیادتی کمی نہ کی صرف مشکل الفاظ کے مطلب اور ترجمے کئے۔ دعوت غور و فکر صرف اس بات کی ہے کہ آیا اقبال کے کلام و نظریات میں باطل کی چھ نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ یا نہیں۔ اگر پائی جاتی ہیں تو بتقاضائے انصاف باطل کہنا چاہیئے۔ اور اگر نہیں تو حرف بحرف اصل مطلب اور ترجمہ بتا کر ہمارے مطالب کو بادلائل غلط کرنا چاہئے۔ ہم نے اتنے گہرے مطالعے کے بعد یہی سمجھا ہے کہ اقبال صاحب مسلمانوں کو برا اور ذلیل سمجھتے رہے ہے۔ لیکن مندرجہ ذیل غیر مسلموں کی عظمت احترام عزت اور

شان دنیا کے سامنے بیان کرتے رہے۔ نمبر ا وید نمبر ۲ گیتا نمبر ۳ پنڈت نہرو وشوامتر
نمبر ۵ شیو جی مہاراج نمبر ۶ پنڈت بھرتری ہری نمبر ۷ گوتم بدھ نمبر ۸ گرو نانک نمبر ۹ لینن
روسی دہریہ نمبر ۱۰ برگساں فرانسی دہریہ نمبر ۱۱ ہیگل دہریہ نمبر ۱۲ اگسٹس دشمنِ اسلام نمبر
۱۳ حکیم آئن سٹائن اسرائیلی دشمنِ مسلم ۱۴۔ نیٹشا منکرِ خدا ۱۵ اکارے مارکس جرمنی غیر
مسلم۔ ۱۶ شوپن ہار نمبر ۱۷ ٹاسٹا روسی دہریہ نمبر ۱۸ بائرن یورپی دشمنِ اسلام نمبر ۱۹ پٹوحی
ہنگری کا دہریہ شاعر نمبر ۲۰ گوئٹے شاعر غیر مسلم نمبر ۲۱ لاک انگریز فلسفی نمبر ۲۲ کانٹ
جرمنی فلسفی نمبر ۲۳ بروننگ یورپی شاعر۔ اقبال تمام عمر۔ ان سے متاثر اور ان کے مدح
خوان رہے۔ اور اقبال نے قوم کو کیا تربیت دی کیا سکھایا کس راہ پر چلنے کا آمرانہ
مشورہ دیا تو اس کا خلاصہ اس کے تربیتی کورس وعمل سے اسی طرح نمبر ا اقبال
کا خود اقبال کیا ہے۔ بقول اکبر الٰہ آبادی۔ چال انگریزی ڈھال انگریزی دیسی
سر میں دماغ انگریزی۔ دیسی بدن پر لباس انگریزی۔ ۲ اقبال کے شاہین بچے
بتوں میں انگریزیت۔ دوڑ اور منزل کالج۔ دماغ میں لینن مارکس جسم پر فرنگیت
بدن۔ لڑکوں کا چہرہ لڑکیوں جیسا۔ روح میں شیو جی اور گوتم بدھ۔ ہاتھ میں گیند بلا علماء
سے متنفر۔ شریعت سے دور۔ کردار فاسقانہ۔ تعلیم اسلام سے بیگانہ مگر نام مسلمانہ
نمبر ۳ اقبال کا مردِ کامل کون ہے؟ گرو نانک اور گوتم بدھ نمبر ۴ اقبال کا مردِ صوفی
باصفا رام کرشنا۔ اور سوامی رام تیرتھ نمبر ۵ اقبال کا مردِ عارف۔ شیو جی مہاراج
اور پنڈت وشوامتر۔ نمبر ۶ اقبال کا مردِ مجاہد لینن کارل مارکس نمبر ۷ اقبال کا مرد
آگاہ۔ سکھ اور ہندو قوم نمبر ۸ اقبال کا دانا و راز پنڈت بھرتری ہری۔ نمبر ۹ اقبال کا نجات
دہندہ۔ رام چندر۔ گوئٹے۔ برگساں۔ بروننگ۔ حکیم آئن سٹائن نیٹشے۔ شوپن ہار۔
گہرے مطالعۂ اقبالیات سے بطورِ خلاصہ اقبال کے دو رُخ سامنے آتے ہیں
نمبر ا مخالفت کا دوسرا مجست کا۔ اس کا مکمل زائچہ اس طرح ہے۔

پہلا رخ مخالفت اور عناد کا

			انداز مخالفت	
۱	پوری مسلم قوم سے	.	←	مصلحانہ
۲	علماءِ اسلام سے	.	"	معاندانہ
۳	صوفیاءِ کرام سے	.	"	عدوانہ
۴	احادیثِ نبوی سے	.	"	ناواقفانہ
۵	جنت اسلام سے	.	"	مسخرانہ
۶	حوض کوثر و تسنیم سے	.	"	عامیانہ
۷	نبوت سے	.	"	جاہلانہ

دوسرا رخ محبت اور دوستی کا

			انداز محبت سے	
۱۰	اپنی ذات سے	.		خود نمایانہ
۲	انگریز قوم سے	.	"	سیاسیانہ
۳	ہندو قوم سے	.	"	رندانہ
۴	سکھ قوم سے	.	"	درمیانہ
۵	غیر مسلم شعرا سے	.	"	مخلصانہ
۶	ویدا اور گیتا سے	.	"	برادرانہ
۷	دریاءِ گنگا سے	.	"	خوش نمایانہ

اقبال کے بارے میں اس تمام تحریر کو پڑھ کر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ مطالب اقبال کی معلومات میں نہیں اگر اقبال کو ان تشریح شدہ عبارات کا پتہ لگتا تو اقبال تردید کر دیتے۔ کیونکہ دلدادگانِ اقبال کا یہ کہہ کر پہلو بچانا بین طرح غلط ہے۔ نمبر۱ اوّلاً اس لیے کہ ان میں بہت سی کتابیں مطالب اقبال۔ اقبال کے زمانے میں چھپ گئی تھیں۔ مگر اقبال صاحب سے کوئی تردید ثابت نہیں نمبر۲ دوم اس لیے کہ جو کتبِ اقبال کے بعد شائع ہوئیں اس کو یقیناً ان کے اہلِ خانہ نے پڑھا ہوگا۔ مگر ان مفکرین نے بھی کسی بات کا انکار یا تردید نہ کی

نمبر ۳ اس لیے کہ ہماری اس تحریر میں زیادہ حصہ خود اقبال کا اپنا کلام ہے۔ جس کا طبع ہونا ان کی زندگی میں جمہور سے ثابت ہے۔ اور اگر فرضاً نہ بھی چھپا ہو تب بھی کلام اقبال ہونے سے تو کسی کو انکار نہیں۔

آخر میں میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو سچی ہدایت نصیب ہو اور اپنے بزرگوں اولیاء علماء کے قافلہ محمدی میں شامل اور قائم دائم فرما۔ ہمارے مسلمانوں کی ناسمجھی کو کیا جائے کہ یو۔ کے۔ اسلامک مشن برطانیہ میں یوم اقبال کے سلسلہ میں جلسے کی صدارت کے لیے غالباً جموں سے مسٹر جگن ناتھ آزاد کو بلایا گیا۔ اور اختتام کے وقت جگن ناتھ آزاد ہندو مذہب والے کو بغیر غلاف قرآن مجید کا تحفہ دیا گیا (خیال رہے کہ یو۔ کے اسلامک دیوبندی علما کی جماعت ہے)

حالانکہ تعلیم قرآنی اور بحکم خداوندی غیر مسلم کے ہاتھ میں قرآن مجید پکڑانا سخت گناہ اور توہین و بے ادبی ہے۔ جب کہ بغیر غلاف قرآن مجید کو ناپاک اور بے وضو مسلمان بھی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ (بحوالہ جنگ لندن فوٹو ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۳ء ۱۵ محرم ۱۴۰۴ھ ص ۷) میں انتہائی افسوس سے پوچھتا ہوں کہ یو کے اسلامک مشن برطانیہ میں کوئی بھی ایسا پڑھا لکھا مسلمان نہیں جو اس مسئلہ کو جانتا ہو اور جس کو اس آیت کی عبارت اور اس کا ترجمہ و حکم آتا ہے۔ اللہ ہم سب کو معاف کرے اور مسٹر جگن ناتھ صاحب کو اسی قرآن مجید کی برکت سے دولت اسلام سے نواز دے۔

غم تو یہ ہے کہ آج کل ہی مسلم قتل عام اسی ہند میں ہو رہا ہے۔ اور یہاں تعلیم ہو رہی ہے۔ اور پھر کبھی کسی مسلمان لیڈر کی ہندو قوم نے یہ عزت افزائی نہ کی۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم۔

کتبہ

مفتی دار العلوم مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات (پاکستان) صاحبزادہ اقتدار احمد خان قادری نعیمی بدایونی ۔۔۔۔۔۔۔ ابن حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔۔۔۔

یہ تو اقبال اور رفقاءِ اقبال کی کتابوں کے حوالے تھے اب اخبارات و رسائل کو ملاحظہ فرمایئے چنانچہ۔

نمبرا روز نامہ جنگ لندن ۱۶ نومبر ۱۹۸۳ء صف ۲ مضمون نگار لیکچرار پروفیسر عبدالحفیظ خان آف گورنمنٹ فرید کالج رحیم یار خان پاکستان عنوان ہے۔ اقبال کا تصور تعلیم آخری سطور اس طرح ہیں۔ اقبال ملاؤں کی رسمی نماز۔ روزے سے متنفر اور فقہی مباحث ومسائل سے بیزار ہو کر لکھتا ہے شعر۔

اٹھا میں مدرسہ وخانقاہ سے غم ناک		نہ زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ

نمبر۲۔ ہفت روزہ مشرق انٹرنیشنل ۲۷ نومبر ۱۹۸۳ء ص ۵۔

اقبال ڈے شہر لاہور (پاکستان میں منایا گیا) زیر صدارت جسٹس جاوید اقبال۔ مہمان خصوصی جگن ناتھ آزاد نے کہا۔ اقبال کو گیتا سے محبت تھی اور انتہائی عقیدت تھی۔ اقبال نے گیتا کی اشاعت میں بہت کام کیا۔ پھر جاوید اقبال نے اپنے خطبہ صدارت میں اس بات کی تائید کی۔ (صاحب مضمون انتظار حسین لاہور نامہ) خیال رہے کہ گیتا ہندوؤں کی مذہبی کتاب ہے۔

نمبر۳۔ روزنامہ جنگ لندن ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۴ء عنوان اقبال پاکستان کے خلاف تھے صاحب مضمون پروفیسر حامد حسن علی گڑھ یونیورسٹی۔ اقبال کے تین چار خط مکمل مضمون کے ساتھ شائع کئے گئے ہیں جن کا خلاصہ ہے مسلمانوں کا علیحدہ سلطنت کا مطالبہ بیہودہ ہے اور محمد علی جناح کی مسلم لیگ غلطی پر ہے۔ اس کا جواب پاکستانی مفکرین نے صرف یہ دیا کہ اقبال اس وقت جوانی کے دور میں تھے بعد میں جب ذرا ذمے داری کی عمر میں پہنچے تو علیحدہ مملکت کا تصور پیش کیا تھا اور پاکستانی صاحب نے اقبال کی جوانی کی فوٹو بھی شائع کی۔ یہ سب عذر داریاں تو پیش کیں مگر خطوط کو جھٹلا بھی نہیں سکے۔ اور مزید کتب سے تو یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اقبال نے اپنی مسلم لیگ بھی اور بنالی تھی جو شفیع گروپ سے موسوم تھی اور انگریز کی حمایتی تھی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اقبال کا مصورِ پاکستان ہونا کہاں تک یقینی ہے۔ یا یہ بھی فقط عقیدت کا ہی نعرۂ تشہیری ہے۔

نمبر۴۔ ماہنامہ ضیاء حرم لاہور اپریل ۱۹۸۰ء ص ۹۲
مضمون نگار نظیر لدھیانوی۔ کالم نمبر ۲ سطر نمبر ۶

جب اقبال مرحوم کا جنازہ اٹھایا گیا تو جنازہ اٹھانے والے میں آگے جن جن

مردوں نے کندھا دیا۔ وہ دو ہندو تھے ایک لالہ منوہر لال جو اس وقت وزیر مالیات تھا دوسرا ماسٹر سر چھوٹو رام جو اس وقت وزیر تجارت تھا پیچھے کندھا دینے والے (۳) سر سکندر حیات خان اور (۴) میاں عبد الحی تھے۔

غور طلب بات صرف یہ ہے کہ تاریخ اسلام میں آج تک کسی اور جنازے کی یہ مثال ملتی ہے کہ مسلمان کی میت کو ہندو کافر اٹھائیں۔ جب کہ شریعت اسلام تو میت کی ڈولی کے قریب آنا بھی پسند نہیں فرماتی۔ چہ جائیکہ کوئی کافر مشرک ہاتھ لگائے کیا یہ مسلمان میت کی توہین نہیں ہے؟ کیا اقبال صاحب مرحوم کے خاندان میں کوئی اس وقت ایسا موجود نہیں تھا جو شریعت کے اس قانون کی عزت بحال رکھتا۔ بادی النظر میں تو یہی سوچا جائے گا کہ یہ بھی ہندو نوازی ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

کیا اقبال منکرین حدیث یعنی چکڑالوی مذہب رکھتے تھے؟

ہم نے اسی کتاب کے ص ۳۶ پر اقبال کے شعروں سے یہ ثابت کیا ہے کہ اقبال سخت قسم کے منکر حدیث تھے اب ذرا ادھر ادھر سے پوچھتے ہیں نمبر ازمانہ جانتا ہے کہ لاہور کے علامہ احمد پرویز مشہور منکر حدیث تھے ان کے فرقے کا پہلا نام چکڑالوی تھا پھر مشہور ہو کر ان ہی کے نام پر پرویزی فرقہ کہلایا۔ یہ صاحب اپنے ماہنامے طلوع اسلام اقبال نمبر ۱۹۸۲ء کے ص ۱۳۶ پر لکھتے ہیں۔ علامہ اقبال کی صحبت نے قرآن حکیم کو صحیح سمجھنے کا طریقہ سکھا دیا۔ اور اقبال نے ان کو سمجھایا کہ قرآن خود روشنی ہے اس کو کسی خارجی ذریعے سے نہ سمجھو۔ (اقبال کی نظر میں خارجی ذریعہ یہی قدامت پرستانہ روایت کی بھر مار تھی) نیز یہی مضمون ۱۷ اپریل جمعرات ۱۹۸۶ء ۸ شعبان ۱۴۰۶ھ جنگ اخبار ص ۳ پر ہے۔ یہ دونوں حوالے میرے پاس محفوظ ہیں نمبر ۲ رسالہ فیض الاسلام راولپنڈی عرشی نمبر ماہ نومبر، دسمبر ۱۹۸۵ء اور فیض الاسلام فروری ۱۹۸۶ء نیز فیض الاسلام جون ۱۹۸۶ء کے مختلف موضوعات اور مضامین سے ثابت ہوتا ہے کہ علامہ اقبال کے خصوصی دوست، مشیر کار، واہل مجلس میں مندرجہ ذیل حضرات خاص اہمیت کے حامل تھے نمبر ۱ خواجہ احمد الدین امرتسری یہ سخت منکر حدیث بلکہ گستاخ حدیث تھے۔ اہل قرآن کہلاتے تھے

داقبال ان سے بہت متاثر تھے)نمبر ۲ حکیم محمد حسین عرشی اہل قرآن نمبر ۳ مشہور چکڑالوی غلام احمد پرویز اسی رسالے فیض الاسلام جون ۱۹۸۶ء کے ص ۲۶ پر ہے کہ اقبال حکیم عرشی پر زور دیتے تھے کہ ایسی کتاب لکھو جس میں عبادات و معاملات کے متعلق صرف قرآن سے استدلال کیا گیا ہو یہ کتاب ہندوستان میں تو درواتی ملاؤں کی وجہ سے) مقبول نہ ہوگی۔ ہاں البتہ دیگر ممالک میں ضرورت ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال منکر حدیث تھے اور احادیث مبارکہ سے جان چھڑانا چاہتے تھے اور احادیث مبارکہ کو (معاذاللہ) بیکار یا غلط سمجھتے تھے۔ ۳ ہم نے اپنی اسی کتاب کے ص ۴ اپر بحوالہ حیات اقبال ص ۲۲۷ یہ بتایا ہے کہ اقبال صاحب مسجد میں نماز نہ پڑھتے تھے بلکہ گھر میں پڑھتے تھے۔ لیکن کتنی پڑھتے تھے تو ان کے مداحین کے مضامین سے صرف صبح شام یا تہجد کی نمازوں کا ذکر ملتا ہے۔ دبحوالہ کتاب اقبال کی دنیا ص ۱۰۱) اہل قرآن بھی صرف دو فرض نمازیں ہی مانتے اور پڑھتے ہیں د بحوالہ رسالہ فیض الاسلام عرشی مضامین فروری ۱۹۸۶ء د ص ۳۹) اور دیگر چکڑالوی لٹریچر) نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ اس کے باوجود جس طرح کوئی وہابی خود کو وہابی کہلانا پسند نہیں کرتا اسی طرح منکر حدیث خود کو منکر حدیث کہلانا پسند نہیں کرتے۔

اقبال کی مختصر گھریلو کہانی خود ان کے بیٹے جاوید اقبال کی زبانی

بحوالہ اخبار جنگ لندن صفحہ ۵۔ ۲۵۔ ۲۶ اپریل ۱۹۹۲ ہفتہ اتوار

اباجان کی بڑی تمنا تھی کہ میں کشتی لڑنا سیکھوں۔ کبوتر بازی کا بھی بہت شوق تھا چھری اور کانٹے سے کھانا پسند کرتے تھے ہم کو چھری اور کانٹے سے کھانا سکھایا کرتے کرکٹ بھی کھیلا کرتے تھے اور پتنگ بھی اڑا لیتے تھے۔ صبح کی نماز بہت کم چھوڑتے تھے گرمیوں میں باہر رکھے ہوئے تخت پر ہی نیت باندھ لیتے دھوتی اور بنیان زیب تن ہوتی اور سر پر تولیہ رکھ لیتے ان کے کمرے کی حالت پریشان سی رہتی دیواریں گرد و غبار سے اٹی رہتیں بستر ان کی اپنی دھوتی اور بنیان کی طرح میلا ہو جاتا مگر انہیں بدلوانے کا خیال

نہ آتا۔ منہ دھوتے اور نہانے سے گھبرانے اور اگر کبھی مجبورًا باہر جانا پڑتا تو کپڑے بدلتے وقت سرد آہیں بھرتے وہ فطرتًا سست تھے۔ ہم ان باتوں پر اس لیے تو تبصرہ نہیں کر سکتے کہ یہ ہر شخص کی گھریلو زندگی اور نجی معاملات کہلاتے ہیں تذکرے کا منشا محض یہ ہے کہ جو شخص حکیم الامت اور مفکرِ اسلام اور شاعرِ مسلمین کے القاب سے نوازا جاتا ہو اس کی زندگی کے یہ ہمہ وقتی پہلو حیرت انگیز اور افسوس ناک ہیں خاص کر نماز کے ساتھ یہ عامیانہ اور غیر شرعی سلوک یقینًا اہمیتِ نماز و معراجِ مومن سے ناواقفی و لاعلمی کی بنا پر ہے یہ فقرہ کہ فجر کی نماز بہت کم چھوڑتے تھے بتا رہا ہے کہ باقی نمازیں اکثر چھوڑ دیتے تھے حالانکہ ترکِ نماز مشابہ کفر ہے اور پھر گندی میلی دھوتی اور بنیان میں نماز اور بدن پوچھنے والا تولیہ سر پر ڈال کر نماز پڑھ لینا شرعًا اس طرح نماز ہوتی ہی نہیں نیز منہ دھونے اور نہانے سے گھبرانا یہ بھی شرعًا گناہ کبیرہ ہے ہر مومن مسلمان نمازی کو پانچ وقت وضو میں منہ دھونا پڑتا ہے کیا اقبال صاحب بے وضو نماز پڑھتے تھے! نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضورِ مقدس میں حاضری مقصود ہوتی ہے وہاں بحکم قرآن خوب زینت سے حاضری دینا چاہیئے گندی میلی دھوتی بنیان اور تولئے میں نماز پڑھنا اور باہر دوستوں میں جانے کے لیے عمدہ لباس عزت دار ٹوپی پہننا کیا یہ شرعًا درست ہے کیا بارگاہِ الٰہیہ کی اس میں توہین نہیں ہے نیز اہلِ قرآن فرقے والے بھی صرف فجر کی زیادہ اہمیت سمجھتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

ملنے کا پتہ: ۳۲ گرینج پارک روڈ لیٹن لنڈن ای ۱۰۔ ای پی

ایک مطبوعہ کتاب علامہ اقبال اور دو ہزار سوالات سے کچھ اقتباسات اور ان پر مختصر تبصرہ

مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور ۲
محمد کلیم آرائیں ایم اے کی اس کتاب کے ص۵۵ اور ص۱۶۵ پر یہ شعر لکھا ہے
چناں بزی کہ اگر مرگِ تست مرگِ دوام
خدا ز کردۂ خود شرمسار تر گردد

تبصرہ:۔ اس شعر کا ترجمہ ہے کہ اے انسان اس طرح زندگی گزار کہ اگر تجھ کو خدا تعالیٰ دائمی فنا کی موت دے دے۔ تو اللہ اپنے اس کام پر سخت شرمندہ ہو جائے۔ اور اسے بعد میں محسوس ہو کہ مجھ سے کتنی غلطی ہو گئی کہ میں نے اتنی عظیم چیز کو ابدیت کے بجائے فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ اب کوئی ذرا سی عقل رکھنے والا مسلمان بتائے کہ کیا یہ کفریہ شعر نہیں ہے بالکل یہی عقیدہ ہندوں کا اللہ یعنی بھگوان کے متعلق ہے کہ بھگوان دنیا بنا کر پچھتا رہا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ بھگوان ہمارے خوشی سے ڈر گیا۔ (معاذ اللہ) اس شعر سے صاف ظاہر ہے کہ اقبال کا بھی اللہ تعالیٰ کے متعلق یہی عقیدہ ہے۔ اسی قسم کے اشعار دیگر ہندو شعراء نے بھی بنائے ہیں جو فلموں اور ان کی قوالیوں میں عام گائے جاتے ہیں۔ مثلاً۔ زندگی دینے والے سن۔ وغیرہ وغیرہ۔

صفحہ ۱۷۱ پر لکھا ہے اقبال نے سرکشن پرشاد مہاراجہ کی تعریف میں بہت شاندار قصیدہ لکھا تھا۔

تبصرہ:۔ یہ وہی اقبال صاحب ہیں جن کے شاعرانہ قلم نے کبھی کسی مسلمان کی تعریف تو در کنار اپنی کسی کتاب کو بھی حمد و نعت سے شروع نہ کیا۔ حالانکہ چھوٹے سے چھوٹا مسلمان شاعر بھی اپنی نظمیات کو حمد و نعت سے شروع کرتا ہے اور یہی اللہ رسول کا حکم بھی ہے حدیث پاک میں ہے کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَءْ بِحَمْدِ اللّٰہِ

فَھُوَ اٰبِتُرُ۔ (ترمذی) (اسی صفحہ ۱۷۰ پر مسولینی دہریہ کو مرد آہن کہا گیا ہے۔

ص۱۷۹ پر ہے کہ علما اور صوفیاء کے متعلق (مذمت کرتے ہوئے) اکبر الٰہ آبادی کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔ یہاں لاہور میں ضروریات اسلامی سے ایک شخص بھی آگاہ نہیں صوفیا کی دکانیں ہیں مگر وہاں سیرت اسلامی کی متاع نہیں بکتی۔

تبصرہ۔ یہ وہی زبان ہے جو ابھی مہاراجہ سرکشن پرشاد کا قصیدہ گا چکی ہے۔

ص۲۰۵ پر ہے کہ اقبال نے کہا کہ تم لوگ اب کمال اتاترک کی درازیٔ زندگی کی دعا کرو۔ انہیں اپنا مشن پورا کرنا ہے (فیروبی کی تقریر)

تبصرہ۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ اتاترک جیسے دشمنِ اسلام اور اس کے اسلام دشمنی والے مشن سے اقبال صاحب کو بہت محبت اور عقیدت تھی اور یہ بات کس سے پوشیدہ ہے کہ دشمن کا دوست دشمن ہوتا ہے۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ اتاترک کا مشنِ کیا تھا جس کی تکمیل کے لیے اقبال صاحب دعا مانگ رہے ہیں اور سب سے دعائیں منگوا رہے ہیں چنانچہ اسلامی انسائیکلو پیڈیا مصنفہ سید قاسم محمود۔ طبع شاہکار بک فاؤنڈیشن شمالی کراچی کے ص۱۰۲ پر ہے کہ کمال پاشا نے حکومت سنبھالتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ دینِ اسلام کو اپنی سلطنت سے خارج کیا پھر ملک کے تمام دینی مدارس کو بند کر دیا مذہبی تعلیم کی جبراً ممانعت کر دی گئی عورتوں کا پردہ ختم کرا دیا گیا۔ بلکہ مردوں کے ساتھ مشترکہ شانہ بشانہ اجتماع پر زور دیا گیا۔ اور اس فحاشی کو فروغ دیا گیا۔ ترکی کے اسلامی لباس مہذب پہناوے کو ممنوع قرار دیا گیا ترقیٔ ترکی کا قدیم قومی لباس بھی ممنوع قرار دیا گیا اور عیسائیت کی انگریزی تہذیب کو جاری کیا ترکی ٹوپی اسلامی عمامہ ممنوع کیا اس کی جگہ یورپی ٹوپی پہننے پر مجبور کیا گیا۔ اور عورتوں کو انگریزی ننگا لباس پہننے پر جبر کیا گیا۔ درویشوں فقیروں مجذوبوں کا قلع قمع کیا گیا (قتل عام کیا گیا) پیری مریدی یعنی اسلامی بیعت کو ممنوع قرار دیا گیا۔ صوفیا اولیاء کی خانقاہوں تکیوں ڈیروں کو توڑ پھوڑ کر ختم کیا گیا اسلامی تاریخ کو رد کیا گیا۔ مصطفیٰ کمال نے جو دو کام سب سے زیادہ اہم (شدت اور سختی سے) کئے وہ یہ تھے کہ نہ صرف یہ کہ

عربی زبان کی ممانعت کر دی گئی اور عربی قرآن اور عربی نماز کا کلام تلاوت کو بھی ملک سے نکالا گیا اور اس کی جگہ ترکی زبان میں قرآن اور نماز بنائی گئی (اس کام کے لیے عربی قرآنوں کو پھاڑا بکھیرا جلایا اور ڈبویا گیا) علماء کو مساجد میں قتل کیا گیا مساجد کی بے حرمتی کی گئی بعد ازاں مسجدوں کو تالے لگا دیئے گئے (ترکی کا رسم الخط بھی عربی سے ختم کر کے رومن یعنی انگریزی میں کیا گیا (اس دور میں نیک والدین اپنے بچوں کو غاروں اور جنگلوں میں چھپ کر اسلامی تعلیم اور عربی نماز سکھاتے تھے اگر کوئی پکڑا جاتا تو مع اولاد والدین کو قتل کر دیا جاتا) جمعہ کی اسلامی چھٹی منسوخ کر کے اتوار کی عیسائی چھٹی مقرر کی گئی۔ سن ہجری کو ختم کر کے اس کی جگہ عیسائی نظام الاوقات مقرر کیا۔ استنبول اور انقرہ میں کمال پاشا کے بت بنا کر لگائے گئے حالانکہ اسلام میں ہر طرح کی بت سازی حرام ہے (پاشا کو صرف اسلام سے نفرت تھی عیسائیت سے اور یورپی تہذیب سے محبت تھی۔ اسی لیے جب کسی کو داڑھی والا دکھائی دیتا تو اس سے پوچھا جاتا کہ تیرا مذہب کیا ہے اگر وہ کہتا کہ میں مسلمان ہوں تو اس کی داڑھی مونڈ دی جاتی اگر کہتا کہ یہودی یا سکھ یا ہنود وغیرہ تو چھوڑ دیا جاتا) ادھر ترکیہ میں ۲۴ نومبر ۱۹۳۴ء کو اس کی اپنی پارٹی بیوک ملت مجلسی نے کمال پاشا کو اتاترک کا خطاب (لقب) دیا تو ادھر ہندوستان میں اقبال صاحب اور ان کی پارٹی شفیع گروپ نے کمال پاشا کو غازی کا لقب دیا۔ حالانکہ صحابہ کرام کے علاوہ کسی بھی شخص کو غازی کہنا سراسر جہالت اور کذب بیانی ہے۔ اس لیے کہ غازی بنا ہے غزوے سے اور غزوہ وہ جہاد ہے جس میں آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بذات خود شرکت فرمائی ہو۔ یہ غزوات کل ستائیس ہوئے جو صحابہ ان میں سے کسی میں شریک ہوئے صرف ان کو ہی غازی کہا جاتا ہے۔ بعض جہلا اب بھی اپنے آپ کو یا اپنے کسی بڑے کو غازی کہہ دیتے ہیں یہ ان کی حماقت اور لاعلمی ہے جو گناہ ہے کیونکہ جھوٹ ہے۔ غرضکہ اقبال صاحب نے اسی اسلام دشمنی پر پاشا کو غازی کا لقب دیا جب کہ اس وقت ترکیہ کے علما اور صوفیا نے پاشا کو دجال اول کا لقب دیا تھا۔ یہ تھا پاشا صاحب کا وہ مشن جس کی تکمیل اور کامیابی کے لیے ڈاکٹر اقبال صاحب دعائیں کرا رہے ہیں۔ کمال پاشا کی پوری

حکومت کی طاقت اور طاقت کی سیاست کا مشن قوم کو اسلام کے دامن سے نکال کر یورپ کی غلامی میں دینا جس سے قوم ذلت کی موت مرتی چلی گئی مگر ڈاکٹر اقبال صاحب کا اس مشن کی تائید اور دعائیں کرنے کرانے کا نا معلوم کیا مقصد تھا۔

ص۱۴۵ پر ہے کہ اقبال کے مشیر خاص مولوی احمد دین تھے۔

تبصرہ۔ حالانکہ مولوی احمد دین منکر حدیث تھے اور تین نماز کو مانتے تھے۔ پانچ نمازوں کے منکر تھے۔ چنانچہ ماہنامہ فیض الاسلام فروری ۱۹۸۶ء میں وضاحت سے یہی لکھا ہے۔

ص۱۶۳ پر لکھا ہے کہ ڈاکٹر اقبال میسولینی اور نپولین کی بہت تعریفیں کرتے تھے اور ان کو کلیم بے تجلّی کا خطاب دیتے تھے۔ اور سربلندی کا نشانِ اوّل کہتے تھے۔

ص۲۱۹ پر ہے کہ اقبال روزہ رکھنے سے گھبراتے تھے۔

تبصرہ: حالانکہ روزہ وہ عظیم عبادت ہے جس کے بغیر کسی مسلمان کو بارگاہ الٰہیہ میں قبولیت حاصل نہیں ہوسکتی۔

ص۲۱۱ پر لکھا ہے کہ اقبال کے نزدیک ہندوستان کا کوئی مسلمان بھی درست نہیں سب بیکار و ناکارہ ہیں خصوصاً ہندوستان کے تعلیم یافتہ مسلمان۔

تبصرہ۔ اقبال کی مسلمانوں سے یہ نفرت غالباً اس لیے تھی کہ ہندوستان کے مسلمان علما، اولیا، مساجد و عبادت کے بہت شیدائی تھے دین کی محبت سے بھرپور تھے مگر اقبال چاہتے تھے کہ ترکیہ کی طرح یہاں کے مسلمان بھی مساجد و مدارس سے بیزار ہو جائیں اور تلاوت و عبادت سے دور، ترکیہ میں تو فوجی طاقت سے دینی محبت کو کچلا گیا۔ یہ طاقت اقبال صاحب کو نہ مل سکی اس لیے اشعار کی طاقت استعمال کی جس کا اثر کچھ زیادہ نہ ہوا لہٰذا متنفر ہو گئے۔

ص۱۵۴ پر لکھا ہے کہ انگریزوں کی طرف سے اقبال کو سَر کا خطاب ملا تو مسلمانوں کو برا لگا۔ (اس لیے کہ یہ چاپلوسی اور ضمیر فروشی تھی) اُس وقت لوگوں نے یہ کہنا مشہور کر دیا تھا کہ ؎

سرکار کی دہلیز پہ سر ہو گئے اقبال

تبصرہ:۔ یعنی ڈاکٹر اقبال حکومت کی چوکھٹ پر اتنے جھکے کہ سجدہ ریز ہو گئے اندازہ لگایئے کہ صرف ایک سر کا خطاب حاصل کرنے کے لیے اقبال کو انگریز کی اتنی کاسہ لیسی اور قصیدہ خوانی کرنی پڑی کہ خود فروش بن گئے، علما صوفیا۔ مساجد و مدارس اور خانقاہ کی برائی صرف انگریز کو خوش کرنے کے لیے ہی کی گئی یہ سر کا خطاب انہی خدمات کا انعام تھا۔ یہی اقبال کارل مارکس کو کلیم و مسیح کا لقب دے رہے ہیں۔ یعنی مثل موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام۔

ص ۱۵۶۔ پر لکھا ہے کہ عطیہ بیگم کے درست کدہ ایوانِ رفعت بمبئی میں رقص کے دوران علامہ نے مس عطیہ کو یہ ایک پرائیوٹ قسم کا مزاجیہ شعر کاغذ پر لکھ کر دیا تھا۔

عالم جوشِ جنون میں ہے روا کیا کیا کچھ
کہیئے کیا حکم ہے دیوانہ بنوں یا نہ بنوں

تبصرہ:۔ اقبال عورتوں کے ساتھ رقص کیا کرتے تھے۔؟
بتایئے کیا قوم مسلم کے مفکر و رہنما اور مردِ قلندر کی یہی تہذیب ہوتی ہے۔ کیا اِن ہی اخلاقیات و عادات کی بنا پر ان کو حکیم الامت کہا جاتا ہے۔

ص ۱۶۹ پر لکھا ہے کہ گاندھی جی کو اقبال کی یہ نظم کہ سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا بہت ہی پسند تھی۔
تبصرہ:۔ اس لیے کہ اس میں گنگا جمنا والے ملک کی شان کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بیت المقدس سے اچھا کہا گیا ہے۔ کیونکہ سارے جہان میں تو یہ شہر بھی داخل وشامل ہیں۔

ص ۱۰۸ پر ہے کہ اقبال حیات بعد الموت یعنی قبر و حشر کی زندگی کے مسئلے کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے (مانو یا نہ مانو)
تبصرہ: قرآنِ مجید میں اس کو بہت اہم فرمایا گیا ہے مگر ہندو اور دیگر مشرکین اس کے منکر ہیں۔ غالباً اقبال صاحب اپنے ان ہی آبائی ہندوؤں مشرکوں کو خوش کرنے کے لیے۔ قبر و حشر کی زندگی کو غیر اہم یعنی بیکار کہہ رہے ہیں۔

ص ۱۰۸ پر لکھا ہے کہ۔ اقبال اس لیل ونہار کی دنیا کو پسند نہ کرتے تھے۔ اور دنیا

بنانے والے کو طعنہ دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

ایں چہ حیرت خانۂ امروز و فردا ساختی

تبصرہ۔ اس مصرعے کا ترجمہ ہے۔ اے اللہ تو نے یہ آج کل کی دنیا والا گھر کیوں بیکار پیدا کر دیا۔ مگر اسلام و قرآن کا فرمان ہے کہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً

صـ۱۹۲ اور صـ۲۰۱ اور صـ۲۰۳ اور صـ۲۱۰ پر صـ۱۳۲ پر لکھا ہے کہ پہلے اقبال مذھبی امتیاز اور دو قومی نظریئے کے مخالف تھے اور تین سال تک ڈاکٹر اقبال کا قائداعظم سے سیاسی تصادم ہوا اور اقبال قائداعظم کے مخالف رہے۔ اقبال نے قائداعظم کو چیف ایکٹر یعنی بڑا ڈرامہ باز کا لقب دیا تھا۔ ابتدا میں ڈاکٹر اقبال قومیت کی بنیاد وطن کو سمجھتے تھے نہ کہ دین کو اور اسی کی حمایت میں یہ نظم لکھی تھی سارے جہان سے اچھا ہندوستاں ہمارا۔

تبصرہ۔ ان ہی نظریات اور قائد کی مخالفت کی وجہ سے مشہور تھا کہ اقبال مسلمانوں کی علیحدہ حکومت کے مخالف تھے اور گاندھی کی چال بازی احراریوں دیوبندیوں کی حمایتی تحریک اور انگریزوں کی خواہش کے ساتھ ساتھ شانہ بشانہ چلتے رہے بہت عرصہ بعد جب قائداعظم کی جاں سوز محنت علیحدہ اسلامی ریاست کے لیے اور مسلمانوں کا عملی رجحان قائد اعظم کی حمایت میں بڑھتا ہوا دیکھا تو صرف ایک بار الٰہ آباد میں تقریر کے دوران قائداعظم سے متاثر ہو کر ان کی حمایت میں علیحدہ مسلم ریاست کو تسلیم کرتے ہوئے مطالبے اور خواہش کے طور پر چند جملے ارشاد فرمائے۔ جس کو بعد میں خطبہ الٰہ آباد کے نام سے مشہور کیا گیا۔

صـ۱۲۱ پر لکھا ہے کہ اقبال صاحب نے سر محمد شفیع کے ساتھ مل کر ۱۹۲۷ء میں علیحدہ مسلم لیگ بنائی جس کا نام پنجاب پروانشل مسلم لیگ رکھا۔

تبصرہ۔ اسی کا نام شفیع گروپ بھی تھا اقبال اس کے جنرل سیکرٹری اور صدر سر محمد شفیع تھے۔ یہ مسلم لیگ قائداعظم کی مسلم لیگ کے خلاف تھی۔

صـ۱۸۲ پر ہے کہ اقبال سلیمان ندوی کو ہندوستان کی آبرو، مشرق کی عزت اور فخر اسلام کہا کرتے تھے۔

تبصرہ۔ ندوۃ العلما گروپ کے عقائد بالکل وہابیانہ تھے۔

ص۱۸۸ اور ص۲۱۰ پر لکھا ہے کہ اقبال کو پیرس دیکھنے کا بہت شوق تھا چنانچہ تیسری گول میز کانفرنس کے موقعے پر آپ نے اپنی خواہش کو پورا کر لیا۔

ص۲۱۶ اور ص۲۲۸ پر لکھا ہے کہ علامہ اقبال کو سب سے زبردست خواہش تھی کہ مدینے میں حضور کی بارگاہ میں حاضری دیں ۱۹۳۲ء میں موتمر عالم اسلامیہ کے اجلاس میں شرکت کے لیے بیت المقدس گئے لیکن خواہش کے ہوتے ہوئے بھی دربار نبوی پر حاضری نہ دی اور قریب سے گزر گئے آپ نے ایک خط میں حج بیت اللہ کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ دمگر کبھی تیاری نہ کی لندن جاتے ہوئے کئی دفعہ قریب سے گزر گئے بیت المقدس میں قیام کے دوران ساتھیوں نے کہا بھی تھا کہ مدینہ منورہ اور حجاز مقدس قریب ہی ہے وہاں کی بھی حاضری ہو جانی چاہیئے مگر اقبال نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس طرح کی حاضری پر دل گوارہ نہیں کرتا ،

ص۲۱۷ پر ہے کہ اقبال نے کبھی بھی بارگاہِ رسالت کی حاضری نہ دی ہمیشہ کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیدا ہوتی رہی۔

تبصرہ ۔ مگر لندن پیرس، جرمنی، اٹلی، میسور، افغانستان، اسپین، مصر، ہسپانیہ اطالیہ، اُندلس، قرطبہ، فلسطین کے بیسیوں سفر کئے مگر کبھی کوئی رکاوٹ نہ بنی بلکہ سفر انگلستان کا عشق تو اس حد تک تھا کہ ہر رکاوٹ کو توڑنے پر کمربستہ رہتے، خود کہتے ہیں کہ۔ توڑ کر پہنچوں گا میں پنجاب کی زنجیر کو راز نظم نالہ فراق) اور یہ صرف زبانی کلامی ہی نہ تھا بلکہ عملی طور پر ہر رکاوٹ کو چھوڑ کر ہر زنجیر کو توڑ کر انگلستان جانے کا جذبہ پورا کر دکھایا۔

پھر ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ یہ خواہش پوری کی مگر مکۃ مکرمۃ مدینہ منورہ جانے کی خواہش ایسی کمزور تھی کہ ذرا سی رکاوٹ کا بہانہ بھی اس خواہش کو سرد کر کے رکھ دیتا اور باوجود دوستوں کے کہنے بلکہ پیش کش کرنے کے بعد بھی سفر حجاز مقدس میں ٹال مٹول کر دی جاتی چنانچہ اسی کتاب کے ص۱۷۶ پر ہے کہ ایک دفعہ مسولینی نے پرزور پیش کش کی تھی کہ ہم سارا خرچ دیتے ہیں تم حج کر آؤ مگر اقبال صاحب ٹال گئے اور حج وعمرہ وزیارت بارگاہ کے لیے کبھی نہ گئے ، اور

خود بھی غریب نہ تھے بلکہ اپنے زمانے کے لکھ پتی رئیس تھے چنانچہ اسی کتاب کے ص۲۱۳ پر لکھا ہے کہ وکالت میں اقبال کی ماہانہ آمدنی تقریباً ایک ہزار روپیہ تھی یعنی آج کل کے تقریباً ایک لاکھ روپیہ تھی اتنے بڑے رئیس اعظم ایک پیر صاحب کے گھر بجلی کا بلب برداشت نہ کر سکے۔ اور دیکھ کر طعنہ دیتے ہوئے غصے میں پوری نظم کے تیر چلا ڈالے کہ مرید کی زبانی کہتے ہیں۔

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی   گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

اقبال صاحب کے دل میں ایک بجلی کا بلب تو کھٹک گیا اور مٹی کے دیئے کا طعنہ مار دیا اور مرید کی غربت کا خیال آگیا۔ مگر اپنی کوٹھیاں۔ کاریں، روشنیاں، کیوں نظر نہ آئیں۔ ان فضول خرچیوں اور عیش کی زندگی میں کسی غریب کے دیئے کا خیال کیوں نہ آیا جبکہ اقبال صاحب کی یہ ماہانہ آمدنی بھی غریب مؤکلوں کی خون پسینے کی کمائی اور غربا کی جیب سے تھی۔

ص۱۸۸ پر لکھا ہے۔ اقبال نے اپنی زندگی میں جن لوگوں کے لیے کتابیں لکھیں ۱۔ دسویں جماعت کے لیے ۲۔ پانچویں ۳۔ چھٹی ۴۔ ساتویں ۵۔ آٹھویں جماعت کے لیے ۶۔ تاریخ ہند برائے مڈل کلاس ۷۔ اقبال ہند، اور اس کے علاوہ سترہ عدد کتب۔

تبصرہ۔ بتایا جائے کہ ان کتب میں اقبال نے اسلام کی کیا خدمت کی!

ص۱۱ پر لکھا ہے کہ اقبال قرآن کو مظلوم کہتے تھے اس لیے کہ اسلام وقرآن کے کتنے ہی ایسے پہلو اسرار و رموز ہیں جن پر مسلمانوں نے بہت کم غور کیا ہے۔

ص۲۹ پر ہے کہ اقبال صرف خود کو دانائے راز کہتے تھے۔

تبصرہ۔ یعنی صحابہ کرام تابعین تبع تابعین ائمہ اربعہ فقہا علما میں سے کسی نے بھی قرآن مجید پر غور نہ کیا۔ اور نہ کوئی مسلمانوں میں راز دان یا دانائے راز ہوا یہی وہ خودی ہے جس کا دوسرا نام تکبر ہے۔

ص۲۱۰ پر لکھا ہے کہ خودی تکبر نہیں بلکہ غیرت ہے۔

تبصرہ: اور غیرت یہ ہے کہ انسان اپنی شکل صورت لباس کلام میں اپنی تہذیب اپنا طریقہ اختیار کرے۔ اگر اپنی قومی ایمانی مذہبی تشخص و تہذیب کو چھوڑ کر غیروں

کی شکل صورت لباس کلام اور معاشرہ اختیار کرے تو غیرت کا جنازہ نکلتا ہے۔ کیا اقبال صاحب نے اپنی زندگی پر اسلام کا نقشہ قائم فرمایا تھا؟

ص۱۱۱ پر ہے کہ اقبال ملٹن کی تقلید کے خواہش مند تھے۔

ص۱۱۱ پر لکھا ہے کہ اقبال کے والد شیخ نور محمد اقبال کو سمجھایا کرتے تھے کہ جب تم قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ یہ قرآن تم پر ہی اترا ہے یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہے (یعنی نبی کریم کا واسطہ بیچ میں نہ سمجھو۔

تبصرہ: تا کہ نبی کریم اور احادیث پاک کا کھل کر انکار کر سکو یہی بات منکر حدیث کہتے ہیں کہ نبی تو محض ایک قاصد (ڈاکیہ) ہے معاذ اللہ۔ اقبال نے اس نصیحت کو تا عمر دل و جان سے قبول کیا یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ منکرین حدیث کی صحبت و محبت میں رہے۔

ص۴۳ پر ہے کہ اقبال کے نزدیک حصول علم کے صرف چار ذریعے ہیں۔

۱۔ وحی (قرآن مجید) جو ختم ہو چکا ۲۔ آثار قدما (تاریخ) ۳۔ زمین کا سیر ۴۔ علم نفس۔

تبصرہ: یعنی اقبال کے نزدیک آقاء کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات جن کو احادیث مقدسہ کہا جاتا ہے، علم کا سرچشمہ اور ذریعہ نہیں ص۲۸، ص۶۹ اور ص۲۱۸ پر لکھا ہے کہ اقبال صاحب کو شطرنج اور انگریزی فلمیں اور کبوتر بازی بہت پسند تھی۔

تبصرہ: ایک مسلمان کے لیے یہ تینوں چیزیں شرعاً ناجائز ہیں۔

ص۵۱ پر لکھا ہے کہ اقبال مسئلہ جبر و قدر میں معتزلہ کا رجحان و عقیدہ رکھتے تھے۔

تبصرہ: حالانکہ معتزلہ کے تمام عقیدے کفریہ تھے۔ اور چار اماموں کے خلاف جب کہ اسی کتاب کے ص۲۲۲ پر لکھا ہے اقبال خود کو حنفی کہتے تھے کوئی بتائے کہ یہ کیسی حنفیت ہے!

ص۹۶ پر ہے کہ اقبال کو جرمن قوم بہت پسند تھی۔

تبصرہ: مگر نفرت مسلمان قوم سے تھی۔

ص۵۲ پر لکھا ہے کہ اقبال اکبر الہ آبادی کے مخالف تھے۔
تبصرہ :۔ اس لیے کہ اکبر الہ آبادی اسلامی نظریات اور تہذیب کے حامی تھے اس کو مغرب کی چیزیں بری لگتی تھیں اور اقبال کو مغرب کی چیزیں انگریزی قلیس عریانی بے پردگی) اور مغربی لباس۔ صلیب والی ٹائی کوٹ پینٹ ھیٹ وصورت رہن سہن انگریزی پسند تھا۔
ص۸۰ پر لکھا ہے کہ جاوید نامہ میں معراج کو آسمانی ڈرامہ کا نام دیا گیا ہے۔
تبصرہ۔ (معاذ اللہ) یہ معراج شریف کی گستاخی ہے۔
ص۸۲ :۔ پر لکھا ہے کہ اقبال رامائن۔ یعنی رام سنیا کی کہانی لکھنا چاہتے تھے۔
تبصرہ :۔ یہ ہندؤں کی بہت متبرک اور مذہبی (شرکیہ کفریہ) کہانی ہے ہندو رام کو بھگوان اور دیوتا (اوتار) کا درجہ دیتے ہیں اقبال اس کو اردو میں لکھ کر مسلمان کو گمراہ بدمذہب بدعقیدہ اور ہندؤں کو خوش کر کے اُن کے کفریات کی اشاعت کرنا چاہتے تھے۔ اور اپنے آبائی دین کا حقِ نمک ادا کرنا چاہتے تھے۔ اور ثابت کرنا چاہتے تھے کہ ؎
ہیں جنم کا سومناتی۔ میرے آبا لاتی ومناتی۔ اور سب کو بتانا چاہتے تھے کہ میرے ماتھے اسلام کا ٹیکہ تو ہے مگر اصلاً تو میں پنڈت ہوں۔
ہے جو پیشانی پہ اسلام کا ٹیکہ اقبال کوئی پنڈت مجھے کہتا ہے تو شرم آتی ہے
یعنی بقول اقبال۔ اسلام صرف ظاہری پیشانی تک ہے دل وجگر میں کچھ اور۔ پنڈت اگر کوئی کہے تو صرف شرم آتی۔ غصہ نہیں آتا۔
ص۶۷ اور ص۸۲ پر لکھا ہے کہ اقبال فقہ اسلامی کو نئے سرے سے تدوین کرنا چاہتے۔
تبصرہ : گویا کہ اقبال آئمہ اربعہ کی مدوّن ومرتب شدہ فقہ اسلامی سے بھی متنفر غیر مطمئن تھے۔ یہ موجودہ فقہ پوری اُمتِ مسلمہ از تابعین تا ایندم تمام اور علماء فقہا کا پسندیدہ رہا ہے۔ یہاں تک کہ غیر مسلم سکالر نے بھی مجتہدین کی اس محنت شاقہ کو سراہا ہے ہاں البتہ منکرین حدیث ہمیشہ اس کے مخالف رہے پتہ نہیں اقبال صاحب کو موجودہ فقہ کی تدوین میں کیا برائی نظر آتی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے

کہ اقبال کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی ورنہ نجانے اقبال صاحب کس ادارے کے سپرد یہ کام کر دیتے اور کن جُہلا کی تخریب کاری ہو جاتی جس سے سینکڑوں مسلمان گمراہ ہو جاتے۔ غرضکہ اقبال صاحب نے قوم کے دل میں اکابرِ اسلام کی طرف سے ہمیشہ نفرت کے بیج بوئے کبھی کسی اسلامی محنت کی تعریف نہ کی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلامی فقہ کے چمنِ سرسبز کو سدا بہار بنائے اور مخالفوں کی خورد بُرد سے بچائے۔

ص۲۲ پر لکھا ہے کہ اقبال اُردو زبان پنجابی لہجے میں بولتے تھے۔

تبصرہ:۔ یعنی قاف کو کاف اور ح کو ھ حُقہ کو ھُکہ کہتے تھے۔

تب تو پھر یقیناً قرآن کو بھی کُرآن کہتے ہوں گے اور تلاوت میں بھی یہ غلطیاں کرتے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ معافی دے قرآن مجید غلط پڑھنا تو سخت باعثِ عذاب ہے۔

ص۲۱۵ پر لکھا ہے کہ شرقپور کے بزرگ حضرت میاں شیر محمد نے علامہ اقبال کو کہا تھا کہ میں عام لوگوں کو داڑھی رکھنے کی تاکید کرتا رہتا ہوں لیکن میرے نزدیک آپ جیسے شخص پر جس نے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے قلوب میں ایمان اور عقل کے چراغ روشن کر دئے ہیں داڑھی کے معاملے میں سختی کرنا مناسب نہیں۔

تبصرہ:۔ یہ بالکل قطعًا غلط ہے اور مصنف کی غلط بیانی ہے۔ ہم نے قریبی ذرائع سے پتہ کرایا ہے کہ اقبال صاحب جب شرقپور شریف حاضر ہوئے تو حضرت میاں صاحب نے اقبال سے صرف اس لیے ملنے سے انکار کر دیا کہ سنت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تارک ہیں۔ یعنی داڑھی منڈاتے ہیں۔ اقبال افسوس کرتے ہوئے یہ کہہ کر واپس آئے تھے کہ گناہ سے نفرت چاہیئے نہ کہ گناہگار سے اور پھر مصنفِ کتاب نداکی یہ بات ویسے بھی غلط معلوم ہوتی ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ جیسا عاشقِ رسول سنتِ پاک کا شیدائی جو اپنی نماز باجماعت کی پہلی صف میں بھی کسی داڑھی منڈے کو کھڑا نہ ہونے دیے وہ بھلا ایک رہبر قوم کا داڑھی منڈا ہونا کیسے پسند

فرماتے جب کہ رہبر قوم کا گناہ تو زیادہ خطرناک ہے کہ اس کی دیکھا دیکھی ہزاروں گمراہ و گناہگار بن جاتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ داڑھی مبارک کسی کا ذاتی فعل نہیں بلکہ یہ فرضی سنت اور شعائر اسلامی تعارف مومن ہے اور داڑھی منڈانے مونچھیں بڑھانے کو مجوسیوں کا نشان اور تعارف قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ مسند امام ابن ابی شیبہ جلد ہشتم ص۳۷۹ پر ہے عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْمَجُوْسِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَلَقَ لِحْیَتَہٗ وَاَطَالَ شَارِبَہٗ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا ھٰذَا قَالَ ھٰذَا فِیْ دِیْنِنَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ اَنْ نَجِزَ الشَّارِبَ وَاَنْ نُعْفِی اللِّحْیَۃَ شَعَائِرُ دِیْنِنَا۔

ترجمہ:۔ ایک مجوسی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا اس نے داڑھی منڈائی ہوئی تھی اور مونچھیں بڑی بڑی رکھی تھی نبی پاک نے پوچھا یہ کیا ہے اس نے کہا یہ ہمارے دین کی نشانی ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے دین کی نشانی یہ ہے کہ داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں گھٹاؤ۔ واللہ اعلم۔